سوال

(80)فی ردوحدۃ الوجود

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فی ردوحدۃ الوجود

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاۃ والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

وقال رحمہ اللہ تعالی فی جواب سوال وردعلیہ فی وحدۃ الوجودوغیرہا-

بسم اللہ الرحمن الرحیم-الحمدللہ اعلم ان جواب ہذا السوال لابدفیہ اولامن معرفۃ حقیقۃ التوحید فاقول قال الحافظ ابن حجرفی فتح الباری شرح صحیح البخاری فی کتاب التوحید قال الجنید فیما حکاہ ابوالقاسم التیمی فی کتاب الحجۃ التوحید مصدروحدیوحدومعنی وحدت اللہ اعتقدتہ منفردابذاتہ وصفاتہ لانظیرلہ ولاشبیہ وقیل معنی وجدتہ علمتہ واحداوقیل سلبت عنہ الکیفیۃ والکمیۃ فہوواحدفی ذاتہ لاانقسام لہ وفی صفاتہ لاشبیہ لہ وفی الہیتہ وملکہ وتدبیرہ لاشریک لہ ولارب سواہ ولاخالق غیرہ انتہی-اردومصنفؒ نے سائل کے وحدت الوجودوغیرہ کے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا اللہ تعالی جوکہ بڑامہربان نہایت رحم کرنے والاہے، کے نام سے شروع کرتاہوں سب حمدیں اللہ کےلئے ہیں، جانوکہ اس سوال کے جواب میں سب سے پہلی توحید کی حقیقت کو پہچان لینا ضروری ہے حافظ ابن حجرؒ فتح الباری شرح صحیح البخاری کے کتاب التوحید میں فرماتے ہیں کہ ابوالقاسم تیمی جنید کا قول کتاب الحجتہ میں نقل کرتے ہیں، التوحید، یہ باب تفصیل کا مصدرہے اوروحدت اللہ کا معنی ہے میں نے اللہ کے ذات وصفات میں یکتاوبیمثل وبے نظیر ہونیکا اعتقادرکھاگیاہے اس کا معنی میں نے اسے یکتاپایااورجاناہے اور کہاگیا (اس کا معنی ہے) کہ میں نے اس سے کیفیت وکمیت کودورکردیاپس وہ اپنی ذات میں ایک ہے اس کی تقسیم نہیں ہے وہ صفات میں بے مثل ہے اوراس کی یبت بادشاہی اورتدبیرمیں اس کاکوئی شریک نہیں اس کے بغیرنہ کوئی پروردگاراورنہ ہی کوئی خالق ہے

وقال الحافظ ابن حجرفی باب ماجاءفی دعاءالنبی صلی اللہ علیہ وسلم امتہ الی توحید اللہ تعالی المراد بتوحیداللہ تعالی بانہ الہ واحدوہذاالذی یسمیہ بعض غلاۃ الصوفیۃ توحیدالعامۃ وقدادعی طائفتان فی تفسیرالتوحیدامرین اخترعوہما احدہما تفسیر المعتزلۃ وقدسمی المعتزلۃ انفسہم اہل العدل والتوحید وعنوابالتوحیدمااعتقدوہ من نفی الصفات الالہیۃ لاعتقادہم ان اثباتہایستلزم التشبیہ ومن شبہ اللہ تعالی بخلقہ اشرک وہم فی النفی موافقون للجہمیۃ-

ثانیہما غلاۃ الصوفیۃ فان اکابرہم لما تکلموافی مسالۃ المحووالفناء وکان مرادہم بذلک المبالغۃ فی الرضاوالتسلیم وتفویض الامربالغ بعضہم حتی ضاہی المرجۃفی نفی نسبۃ الفعل الی العبدوجدذلک بعضہم الی معذرۃ العصاۃ ثم غلابعضہم فعذرالکفارثم غلابعضہم فزعم ان المرادبالتوحیداعتقادوحدۃ الوجودوعظم الخطب حتی ساءظن کثیرمن اہل العلم بمتقدمیہم وحاشاہم من ذلک وقدقدمت

كلام شيخ الطائفة الجنيد وهوفى غاية الحسن والايجاز وقد رد عليه بعض من قال بالوحدة المطلقة فقال وبل من غير ولهم فى ذلک كلام طويل ينبوا عنه سمع كل من كان على فطرة الاسلام والله المستعان التهى-

نمبر ۱ : ۔ اور حافظ ابن حجر رسولﷺ اللہ کی امت کو توحید کی دعوت دینے کے باب میں فرماتے ہیں کہ خدا تعالی کی توحید سے مراد یہ ہے کہ وہ یکتا معبود ہے اسی کو بعض متشدد صوفی عام توحید کا نام دیتے ہیں توحید کی تفسیر میں دو گروہوں نے دو نئے امروں کو ایجاد کیا ہے ان سے پہلی تفسیر معتزلہ کی ہے اور معتزلہ نے اپنا نام اہل العدل والتوحید وانصاف و توحید والے ۔ رکھا ہے اور وہ توحید سے مراد لیتے ہیں کہ خدا تعالی کی صفات نہیں ہیں، کیونکہ ان کا اعتقاد ہے کہ ان کے ثابت کرنے سے تشبیہ لازم آتی ہے اور جس نے خدا کو مخلوق سے تشبیہ دی اس نے شرک کیا یہ صفات کی نفی کرنے میں جھمیہ فرقہ کے موافق ہیں، دوسرا گروہ متشدد صوفیوں کا ہے، کیونکہ جب ان کے اکابر نے اپنے نفس کو ختم اور مٹا دینے میں کلام کیا ان کی مراد اس سے خدا تعالی کی رضا اپنے نفس کو اس کی طرف سونپ دینے اور تمام امور کو خدا تعالی کی طرف منسوب کرنے میں مبالغہ تھی، بعض نے اتنا مبالغہ کیا کہ وہ کام کو انسان کی طرف منسوب کرتے ہیں، مرجئہ کے مشابہ ہوگئے اور جن کو مبالغہ نے گنہگاروں کو معذور خیال کرنے تک پہنچا دیا، پھر بعض نے تو اتنا غلو کیا، کہ کافروں کو بھی معذور قرار دے دیا اور بعض نے اس قدر زیادتی سے کام لیا کہ انہوں نے خیال کیا، کہ توحید سے مراد وحدت الوجود کا اعتقاد ہے اس مسئلہ میں کلام بہت ہوئی حتی کہ بہت سے اہل علم کا اپنے متقدمین کے متعلق بر اظن ہو گیا حالانکہ وہ تو اس سے بالکل پاک ہیں میں نے صوفیوں کے گروہ کے شیخ جنید کا قول ذکر کر دیا ہے وہ نہایت ہی اچھا اور مختصر ہے جو لوگ وحدت الوجود کے قائل ہیں اس میں سے بعض نے ان کی تردید کی ہے اور کہا ہے کیا اس توحید کی اور تعریف نہیں ہے (یعنی ہے اور ان کا کلام اس مسئلہ میں بہت طویل ہے ہر مسلمان کے کان اس کے سننے سے پھٹ جائیں گے، خدا ہی مددگار رہے : ۔

وقال اللہ تعالى الحمد للہ رت العالمين قد قال اللہ تعالى ان كل من فى السموت والارض الاآتى الرحمن عبدا فالعالم ناطقه وجماده وعلوه وسفله ورفيعه ووضيعه كله حادث ومخلوق للہ وكلام السائل كله جهل قبيح وكفر صريح فان فيه قسمين من الكفر فالاول كفر مطلق وهى الكلمات الكفرية الصريحة والثانى الكفر المقيد وهى القول بوحدة الوجود ومعناها عند جهال الصونية المتزندقة ان اللہ عين كل موجود تعالى اللہ عما يقول الظالمون علوا كبيرا اذ كيف يكون الحادث عين القديم قال العلامة الشيبانى من ائمة الحنابلة المتقدمين فى منظومته فى وصف اللہ تعالى هو الاول المبدى بغير هداية واخرما يبقى مقيما مويدا سميع بصير عالم متكلم قدير يعيد العالمين كما بدا اذا الكون مخلوق وربى خالق - لقد كان قبل الكون ربا وسيدا - وقال العلامة بن رسلان من ائمة الشافعية فى منظومته فى العقائد - فاقطع يقينا بالفواد واحزم - بحدث العالم بعد العدم احدثه لا لاحتياجه الاله - ولو اراد تركه لما ابتداه - فهو لما يريده فعال - وليس فى الخلق له مثال - قدرته لكل مقدور جعل - وعلمه لكل معلوم شمل منفرد بالخلق والتدبير - جل عن الشبيه والنظير - حى مويد قادر علام له البقار السمع والكالم - كلامه كوصفه القديم - لم يحدث المسموع للكليم -

ارشاد آلہی ہے، سب تعریفیں جہانوں کے پروردگار ہی کے لئے ہیں نیز فرمان خدا ہے زمین و آسمان میں جو کچھ بھی ہے اسی رحمن کا مطیع و غلام ہو کر آئیگا، پس جہاں کی ہر ایک چیز بولنے والی، جامد، بلند، پست، معزز اور ذلیل حادث (نو پیدا) ہے اور اللہ کی پیدا کردہ ہے سائل کا کلام سارے کا سارا یعنی وحدت الوجود کا عقیدہ رکھنا، قبیح جہالت اور کفر بواح پر مشتمل ہے کیونکہ اس عقیدہ میں کفر کی دو قسمیں ہیں، پہلی کفر مطلق، صریح کلمات کفر والے کفریہ کا نام ہے، دسری : ۔ کفر مقید وحدت کا عقیدہ رکھنا، وحدت الوجود کا معنی، ملحد و جاہل صوفیوں کے نزدیک ہے کہ اللہ تعالی ہر موجود چیز کی ذات ہے، خدا تعالی ان ظالموں کے قول سے بہت بلند ہے (سوچو تو سہی) کہ حادث قدیم چیز کا عین و ذات کیسے ہو سکتا ہے، متقدمین حنبلیوں سے علامہ شیبانی نے اپنی نظم میں اللہ تعالی کی صفت بیان کی ہے، پہلا ایجاد کرنے والا (عالم کا) ہے بغیر کسی کی راہنمائی کے اور وہی مہربانی سے آخر ہمیشہ کے لئے مقیم ہے (۲) وہ سننے والا ۔ دیکھنے والا ۔ عالما ور کلام کرنے والا ہے، قادر ہے جیسے جہاں کو ایجاد کیا ایسے ہی دوبارہ لوٹائے گا (بعث بعد الموت پر قادر ہے) (۳) کیونکہ ہر موجود چیز مخلوق ہے، اور میرا پروردگار خالق ہے وہ تو موجود کے وجود سے بھی قبل پروردگار و آقا تھا، ۔ اور شافعیہ کے امام علامہ ابن رسلان اپنی عقائد والی نظلم میں فرماتے ہیں، (۱) جہاں کے نہ ہونے کے بعد پیدا ہونے کے متعلق اپنے دل میں قطعی یقین اور پختگی کرے (۲) خدا تعالی نے اسے اپنی ضرورت کے لئے نہیں پیدا کیا اور اگر خدا تعالی اس حادث کے ترک کا ارادہ کر لیتے تو اس کی ابتدا تک نہ ہوتی، (۳) وہ جو چاہے کرنے والا ہے مخلوق میں اس کی مثال نہیں پائی جاتی (۴) اس کی قدرت نے ہر چیز کو بنایا اور اس کا علم معلوم پر حاوی و محیط ہے (۵) وہ پیدا کرنے والا اور تدبیر میں یکتا ہے، اور مثیل و نظیر سے بلند و برتر ہے (۶) وہ زندہ مدد کرنے والا قدرت رکھنے والا ہے اسی ہی کے لئے ہے باقی دینا اور سننا اور کلام کرنا ۔ (۷) اس کا کلام اس کی صفت کی طرح قدیم ہے سنی گئی بات متکلم کو حادث نہیں بنا دیا کرتی : ۔ (نور العین فتاوی شیخ حسین) قال العلامنا عبد الروف المنادى فى شرحه عليها والعالم بفتح اللامه واصله ما يعلم به كالخاتم والغالب غلب عليه فيما يعلم به الصانع وهو ماسوى ذاته سبحانه وتعالى وصفاته من الجواهر والاغراض سمى به لانه علم على وجود الصانع بعد العدم اى بعد ان لم يكن لانه

اما اعیان او اعراض لانہ ان قام بذاتہ فعین والا نعرض و کل منہما حادث اما الاعراض فبعضہا یالمشاہدۃ کالحرکۃ بعد السکون والضوء بعد لاظلمۃ و بعضہا بالدلیل و ہو طرد العدم کما فی اضداد ذلک لان القدم بنانی العدم واما الاعیان فلانہا لا تحلو عن الحوادث وان مالایخلو عن الحوادث حادث فثبت ان العالم حادث و کل حادث من الممکنات لابدلہ من محدث اوجدہ من العدم اذا متناع ترجح احد طرفی الممکن بلا مرجح ضروری وذلک المحدث ہو اللہ سجانہ ای الذات الواجب الوجود اذلو کان غیرہ

علامہ عبدالرروف منادی اسپر شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں العالم لام کے فتح کے ساتھ اسکا اصل معنی یہ ہے، کہ وہ چیز جس سے کوئی دوسری معلوم ہو (یعنی معلوم کرانے کا آلہ ہو) جیسے خاتم ختم کا آلہ ہے اور عام طور پر اس کا غلبہ ہوگیا اس چیز پر جس سے کاریگر (اللہ تعالی) کا پتہ چلے اور عالم خدا کے علاوہ ہر ایک چیز ہے اور اسکی صفات بھی خواہ وہ قائم بالذات ہوں یا قائم بالغیر ہوں اسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کیونکہ یہ خدا کے وجود پر نشانی ہیں وہ خدا جس نے ان کو عدم سے وجود میں کیا کیوں کے یا تو یہ جوہر ہوں گی یا عرض اگر قائم بالذات ہیں تو عین ورنہ عرض اور جوہر و عرض دونوں حادث ہیں بعض عرضی اشیاء تو مشاھدہ سے حادث ہیں جیسے کہ حرکت، سکون کے بعد، روشنی اندھیرے کے بعد، اور بعض دلیل ان پر عدم کا طاری ہونا ہے جیسے کہ گزشتہ مثالوں کے عکس میں ہے (حرکت کے بعد چیز کا ساکن ہوجانا، پہلے حرکت موجود تھی اب معدوم ہوگئی الخ) کیونکہ قدیم ہونا عدم کے مخالف ہے تو ثابت ہوگیا کہ عالم حادث ہے اور ممکنات میں سے ہر ایک حادث کے لیئے پیدا کر نیوالا ہونا ضروری ہے جو اسے عدم سے وجود میں لایا کیونکہ ممکن کی دونوں طرفوں (عدم و وجود) میں سے ایک کو ترجیح بلا مرجح لازما ممتنع ہے اور وہ پیدا کرنے والا واجب الوجود اللہ تعالی ہے

یلزم کونہ من جملۃ العالم وما ہو من جملتہ لا یصلح محدثا مما عرفت من انہ بجمیع اجزائہ ممکن و محدث فلو کان بعض اجزائہ محدثا لکلہ للزم کونہ محدثا لنفسہ ایضا فاستنہا انہ لابد للممکنات من واجب وللمحدثات من قدیم قطعا الدور وا لتسلسل فقد شاع فی الکتاب الالہی الامرشاد الی الاسدلال بالافاق و بالانفس ذواتہا وصفاتہا حدوثہا وامکانہا سنریہم ایاتنا فی الافاق وفی انفسہم والاستکثار من ذلک ربما یفنھی الی الیقین ولقد احس بعضہم حیث قال الحق موجود باتقناء ذاتہ ووجودہ وہو واجب الوجود والعالم دلیل علیہ وہو مدلولہ والدلیل علی نوعین العالم الاکبر وہو ہیأۃ صورۃ السموات العلی والمکرت الاعلی الی ماتحت الثری و العالم الاصغر وہو انواع العالم الکلیۃ وہو الصورۃ الانسانیۃ وہی اول علیہ من جمیع الدلائل القاطعۃ والایات الناطقۃ الی ان قال فذاتنا دلیل علی ذاتہ وصفاتنا دلیل علی صفاتہ انتہی۔

کیونکہ اگر اس کے بغیر کوئی اور ہو تو لازمی طور پر وہ بھی منجملہ عالم ہوگا اور آپ معلوم کر چکے ہیں کہ جو چیز وعالم ہے وہ پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی کیونکہ وہ چیز اپنے تمام اجزاء کے اعتبار سے محدث و ممکن ہے پس اگر اسکے بعض اجزاء محدث ہیں اسکے کل کے لیئے (عالم کے لیئے، تو لازما وہ اپنے نفس کا بھی پیدا کر نیوالا ہوگا اور اس صورت میں دور اور تسلسل لازم آتا ہے کیونکہ قطعی طور پر ممکنات کے لیئے واجب اور محدثات کے لیئے قدیم ہونا ضروری ہے۔ اور کتاب اللہ میں آفاق نفوس اور ان کی صفات حدوث اور امکان سے خدا تعالی پر استدلال کیطرف بہت راہنمائی کی ہے (ارشاد باری ہے) عنقریب ہم ان لوگوں کے نفسوں اور آفاق میں دکھائیں گے اور استدلال زیادہ کرنا انسان کو یقین تک پہنچا دیتا ہے اور تحقیق بعض لوگ نے اس چیز کو پا بھی لیا ہے بعض نے کہا ہے اللہ تعالی اپنے وجود اور ذات کے تقاضا سے موجود ہے اور وہ واجب الوجود ہے اور یہ عالم اس پر دلیل دیتے ہیں اور خدا تعالی مدلول ہے اور دال کی دو اقسام ہیں نمبر ا عالم کبیر۔ بلند آسمانوں کی شکل اور ملکوتی جانب سے لیکر نیچے کی انتہاء تک کو کہتے ہیں۔

نمبر ۲ عالم صغیر۔ یہ تمام جہانوں سے عمدہ ہے اور یہ صورت انسانی کا نام ہے اور یہ تمام قطعی دلائل اور آیات ناطقہ سے خدا تعالی کی ذات پر زیادہ دلالت کرتا ہے اسی لیئے تو بعض نے یہاں تک کہہ دیا ہے۔ کہ ہمارا وجود خدا کے وجود کی دلیل ہے اور ہماری صفات اس کی صفات پر دال ہے۔

فاذا کان العالم کلہ محدثا فکیف یکون عین الحق سجانہ وتعالی کما زعمہ غلاۃ الصوفیۃ و معنی وحدۃ الوجود ان العالم لیس موجودا ثا نیا مستقلا بنفسبل باحداث اللہ تعالی لہ وایجادہ فکیف یکون عین الحق قال الشیخ العلامۃ ابراہیم بن حسن الکورانی الکردی المدفی فی کتابہ قصد لسبیل فی بحث الواجب وایس معنی وحدۃ الوجود ان العالم عین الحق حتی یتوہم من مقالات المحققین انہم خرجوا عن دائرۃ الشرع وانما الراد ان العالم لیس موجودا ثا نیا مستقلا کما تقرر انتہی۔ والحاصل ان الکلام المدکور فی السوال کلام تبیح وکفر صریح فان لم یکن ہذا کفر فلیس فی الدنیا کفر فان القول بان ماسوی اللہ سجانہ ہو عین اللہ ہو قول یردہ کل ذی عقل سلیم و دین مستقیم واللہ سجانہ وتعالی اعلم وعلمہ اتم واحکم وہو حسبنا ونعم الوکیل نعم المولی و نعم الکفیل ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم واخر دعونا ان الحمدللہ رب العلمین و صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد والہ وصحبہ وسلم تسلیما کثیرا۔

جب تمام عالم محدث ہوا تو یہ خدا تعالی کا عین کیسے ہوسکتا ہے جیسے کہ بعض سرکش صوفیوں کا خیال ہے اور معنی وحدت الوجود کا یہ ہے کہ عالم مستقل بنفسہ ایک دوسرا موجود نہیں بلکہ

خدا تعالی کے پیدا اور اختراع کے ساتھ ہے تو پھر عالم خدا کا عین کیسے ٹھہرا علامہ ابرہیم بن حسن کورانی وکردی اور مدنی اپنی کتاب قصد السبیل کی بحث الواجب میں فرماتے ہیں کہ معنی وحدث الوجود کا خدا تعالی کا عین نہیں ہے یہ معنی تسلیم کریں تو بہت سے محققین کی کلاموں سے ان کے شریعت کے دائرہ سے خارج ہونیکا وہم پڑتا ہے تحقیق مراد اس سے یہ ہے کہ عالم کوئی دوسرا مستقل موجود نہیں ہے (جیسے اللہ مستقل موجود ہے) جیسے پہلے ثابت ہوچکا ہے، تو تیجہ یہ نکلا کہ سوال میں مذکور عقیدہ رکھنا، بہت ہی قبیح اور کفر صریح ہے اگر یہ کفر نہیں تو دنیا میں کفر کی کوئی اور صورت نہیں ہے کیونکہ خدا کے ماسوا کو خدا کا عین کہنا اس کی ہر ایک عقل سلیم والا تردید کرے گا اور دین مستقیم، اور اللہ تعالی ہم سے زیادہ عالم ہے اس کا علم کامل و محکم ہے وہی ہمیں کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز بہترین مددگار اور بہترین ضامن ہے اور گناہ سے پھرنا اور نیکی کی قوت اسی خدائے بلندوبرتر کی مدد سے ہوگی، ہماری آخری پکار ہے کہ تمام حمدین جہانوں کے پروردگار کےلئے ہیں خدا تعالی مخلوق سے بہترین محمد رسول اللہ ﷺ ان کی ال اور ساتھیوں پر بہت بہت رحمت وسلامتی کرے منصف کی دعا ہے کہ اللہ ان کو اور تمام مسلمانوں کو خدا اور رسول کے علوم سے فائدہ عطا کرے

جہان کو بتانا کہ اللہ تعالی ظالم نہیں ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم - الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین ولاعدوان الا علی الظلمین اشہدان لاالہ الااللہ وحدہ لاشریک لہ الملک الحق المبین واشہدان سیدنا محمد عبدہ ورسولہ الصادق الامین وعلی الہ وصحابہ اجمعین وعلی التابعین لہم باحسان الی یوم الدین، وبعدفانہ وقع من بعض المعاصرین عفااللہ عنہم موافقۃ المعتزلۃ الضالین القول بان اللہ سبحانہ وتعالی لوعذب عبادہ المطیعین فربنا وانعم علی العابین والکافرین ایضا فرضا لکان ذلک منہ ظلما تعالی اللہ عزوجل عن ذلک وعما یقول الظالمون علوا کبیرا فانہ سبحانہ وتعالی مالک الامر وکل العالمین ملک یدہ وتحت قہرہ بفعل فیہم مایشاء لایسال عمایفعل وہم یسالون ویفعل مایشاء یعذب من یشاء ویرحم من یشاء والیہ تقباون ویرحم من یشاء ویعذب من یشاء وہو علی کل شی قدیر-

اللہ رحمن ورحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں، سب تعریفیں پروردگار جہان کےلئے ہیں اور آخرت پرہیزگاروں کےلئے ہے اور زیادتی صرف ظالموں پر ہی ہوگی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ خدائے وحدہ لاشریک کے بغیر کوئی معبود نہیں ہے حقیقی وروشن بادشاہی اسی کےلئے ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے آقا محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے سچے اور امین رسول ہیں خدا ان پر ان کی آل پر تمام صحابہ ؓ پر اور ان لوگوں پر جو ان کی اتباع کرنے والے ہیں (نیکی کے ساتھ) تا قیامت رحمتیں نازل فرمائے، حمد وصلوۃ کے بعد عرض ہو کہ بعض معاصرین نے اپنے اقوال میں معتزلہ (گمراہ فرقہ) کی موافقت کی ہے کہ اگر بالفرض اللہ تعالی اپنے تابعدار بندوں کو عذادے یہ گنہگاروں پر انعام کرے اور بالفرض کافروں پر بھی تو یہ اللہ تعالی کی طرف سے ظلم ہوگا، اللہ تعالی ان کے قول اور ظالموں کے اقوال اسے بہت بلندوبرتر ہے کیونکہ اللہ سبحانہ، صاحب الحکم ہے سارے جہان اس کے قبضہ قدرت اور غلبہ کے تحت ہیں جو چاہے کرے اس سے کئے ہونے کا سوال نہیں ہوگا ان بندوں سے ہوگا جو چاہے کرے جس کو چاہے عذاب دے جس پر چاہے رحم کرے اور لوگ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے اور جس پر چاہے رحم کرے اور جس کو چاہے عذاب اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

فالبحث فی ہذہ المسالۃ ونسیہ الظلم فیہا انی رب العالمین ممالایلیق بالمومن الصادق فی ایمانہ لانہ بذلک یوقع فی قلوب الغوام الجہال مالایلیق نسبۃ الی رب العالمین ولاشک ان القائل بذلک ماقدراللہ حق قدرہ ومماتکادالسموت یتفطرن منہ وتنشق الارض وتجزا الجبال ہذاعانانااللہ من ذلک وجمیع اخواننا المومنین ورزقنا التسلیم نقاقالہ اللہ عزوجل فی کنابہ الکریم وبماقالتہ رسلہ المکرمین والقیام لہ بمایحب علینا من التسلیم نانہ بیدہ ملکوت کل شی وکل العالمین ملک یدہ وتحت قہرہ وہو علی کل شی قدیر- وقداتفق علماء الاصول والعقامدواہل السنۃ المحققون علی اسحالۃ وسفہ سبحانہ وتعالی بالظلم کمااخبربہ عن نفسہ بقولہ تعالی ولایظلم ربک احداان اللہ لایظلم مثقال ذرۃ ان اللہ لایظلم الناس شیا قال الامام السبکی فی کتابہ المسمی جمع الجوامع فی لاصول مع شرحہ العلامۃ الخطیب الشرینی الشافعی رحمہم اللہ تعالی اجمعین-

اس مسئلہ میں بحث کرنا، اور ظلم کی نسبت خدا تعالی کی طرف کرنا ایک سچب مومن کیلیئے تولائق نہیں کیونکہ اس کی وجہ سے عام جاہلوں کے دلوں میں وہ اوھام پڑتے ہیں جن کی نسبت پروردگار علم کی طر کرنا حرام ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اس کے معتقد نے خدا تعالی کی حقیقی قدر نہیں کی اور یہ اعتقاد تو اس قسم کا ہے کہ اس سے آسمانوں کے ٹوٹنے زمین کے پھٹنے اور پہاڑوں کے گرکر ریزہ ریزہ ہوجا ینکا اندیشہ ہے خدا تعالی ہمیں اور ہمارے مومن بھائیوں کو اس سے بچائے اور خدا تعالی اپنے قرآن کریم اور معزز رسولوں کے فرامین پر عمل پیرا ہو نیکی توفیق عطا فرمائے کیونکہ ہم پر مان لینا لازم ہے کیونکہ ہر چیز پر تسلط وغلبہ خدا تعالی ہی کا ہے اور تمام جہان اس کے قبضہ قدرت اور غلبہ میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، تمام علمائے اصول وعقائد اور محققین اہل سنت کا اسپر اتفاق ہے کہ خدا تعالی کا ظلم کی صفت سے متعرف ہونا ممتنع ہے ۔ جیسے خدا تعالی نے خود اپنے متعلق ارشاد فرماتا ہے تیرا

رب کسی پر ظلم نہیں کرتا یشک اللہ تعالی ایک رائی کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا تحقیق اللہ تعالی لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا امام سبکی اپنی جمع الجوامع فی الاصول میں فرماتے ہیں (جسکی شرح علامہ خطیب شربینی شافعی نے کی ہے

خدا ان پر رحم کرے ۔

واعلم انہ یکون ای یوجد ما اراد اللہ وجودہ فارادتہ تعالی تابعۃ لعلمہ ہذا مذہب اہل الحق وعند المعتزلۃ الارادۃ تابعۃ للامر فقالوان اللہ یرید ما امر بہ من خیر آو طاعۃ سواء وقع ذلک املا ولا یرید ما نہی عنہ من شر او معصیۃ سواء وقع ذالک ام لا وتظہر فائدۃ الخلاف فی ایمان ابی جہل فعند اہل السنۃ ایمانہ ماموریہ ولیس مرادالہ تعالی لقولہ تعالی ولوشئنا لاتینا کل نفس ہداہا وکفرہ سنہی عنہ دمرادلہ تعالی لقولہ تعالی یرید اللہ ان لایجعل لہم حظا فی الاخرۃ وعند المتزلۃ بالعکس انتہی - وفیہ ایضا مع شرحہ المذکور ویثیب اللہ الطایع فضلا منہ کما قالہ اہل السنۃ لاوجوبا کما قالہ المعتزلۃ بل لہ سجانہ وتعالی اثابۃ العاصی وتعذیب المطیع لانہم سلکہ یصرف فیہم کیف یشاء لکنہ لایفعل ذلک لاخبارہ عزوجل باثابۃ المطیع وتعذیبا لعاصی انتہی -

اوریقین کرو کہ جس چیز کے وجود کو خدا چاہے وہ ہوجاتی ہے پس خدا کا ارادہ اسکے علم کے تابع ہے یہ تو مذہب ہے اہل حق کا اور معتزلہ کے ہاں اللہ تعالی کا ارادہ اس کے حکم کا تابع وخادم ہے تو وہ کہتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالی جس بھلائی اور اطاعت کا حکم دیتا ہے اسکا ارادہ کرتا ہے خواہ وہ بھلائی وغیرہ واقع ہویا نہ ہو اور اللہ تعالی نے جس برائی اور معصیت سے روکا ہے اسکا وہ ارادہ ہی نہیں کرتا خواہ برائی واقعہ ہویا نہ ہو اور اختلاف کا ثمرہ ابوجہل کے ایمان کی بحث میں حاصل ہوتا ہے اہل سنت کے ہاں اسے ایمان کا حکم دیا گیا ہے لیکن اللہ تعالی کا یہ مقصد و مطلوب نہیں ہے کیونکہ ارشاد الہی ہے اور اگر ہم ہر نفس کی ہدایت کو چاہیں تو ضرور اسے ہدایت کردیتے اور اللہ تعالی نے ابوجہل کو کفر سے روکا ہے اور یہ اللہ کی مراد ہے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے اللہ ارادہ کرتا ہے کہ ان کافروں کے لئے آخرت میں کوئی حصہ بھلائی کا نہ کرے اور معتزلہ کا مسلک اس کے بالکل بر عکس ہے ، اور اس سبکی کی مذکورہ کتاب اور اس کی شرح میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی مطیع کو ثواب دیگا اپنے فضل وکرم کے لحاظ سے اس پر ثواب دینا لازم نہیں جیسے معتزلہ کہتے ہیں بلکہ اللہ تعالی اگر نافرمان کو ثواب اور تابعدار کو عذاب دے تو دے سکتا ہے کیونکہ یہ تمام اسی کے ملک میں ہیں جیسے چاہے ان میں تصرف کرے لیکن اللہ تعالی ایسے کریں گے نہیں کیونکہ انہوں نے خود مطیع کو ثواب اور عاصی کو عذاب دینے کی اطلاع فرمائی ہے ،

وفیہ ایضا مع شرحہ المذکور ویستحیل علیہ سجانہ وتعالی صفۃ الظلم لانہ مالک الامر علی الاطلاق یفعل مایشاء وفذقال تعالی ولایظلم ربک احدا وقال تعالی ان اللہ لایظلم مثقال ذرۃ وقال تعالی ان اللہ لایظلم الناس شیا وماربک بظلام للعبید انتہی -

وقال شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالی فی منہاج السنۃ فی الجلد الاول فی صفحۃ مائۃ وتسعۃ وعشرین بعد کلام طویل ولکن لوقدران اللہ ان عذب من یشاء لم یکن لاحد منعہ کما قال تعالی فمن یملک من اللہ شیا ان ارادان یہلک المسیح ابن مریم وامہ ومن فی الارض جمیعا وفی الحدیث الذی رواہ ابوداود وغیرہ ان اللہ لوعذب اہل سمواتہ واہل ارضہ لعذبہم وہو غیر ظالم لہم ولورحمہم لکلنت رحمتہ خیرلہم من اعمالہم قال والمتحقیق انہ اذاقدرانہ یفعل ذلک فلایفعلہ الابحق وہو غیر ظالم انتہی المقصود وقال تلمیذ المحقق ابن القیم فی کتابہ المسنی بالتبیان فی اقسام القران فی صفحۃ تسعۃ وعشرین -

اوراس مذکورہ کتاب اوراس کی شرح میں ہے کہ اللہ ظلم سے منصف ہونا ممتنع ہے کیونکہ وہ ہر ایک امر کا مالک ہے مطلقا جو چاہے کرے فرمایا اللہ تعالی نے تیرا رب کسی پر بھی ظلم نہیں کرتا نیز فرمایا خداوند کریم نے یشک اللہ تعالی رائی برابر بھی ظلم نہیں کرے گا اور تحقیق اللہ تعالی نے فرمایا یشک اللہ تعالی لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا اور اے (محمد ﷺ) تیرا پروردگار بندوں پر ظلم کرنیوالا نہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ منہاج اسنتہ ص ۱۲۹ ج ۱ میں کلام طویل کے بعد فرماتے ہیں اور لیکن اگر بالفرض اگر اللہ تعالی عذاب دے جن کو چاہے تو کسی کو روکنے کی طاقت نہیں جیسے خود اللہ تعالی فرماتے ہیں کون اللہ کے عذاب سے بچانے کا مالک ہے اگر وہ عیسی بن مریم ان کی والدہ اور تمام اہل زمین کو ہلاک کردے اور اس حدیث میں ہے (جیسے امام ابوداود اور اسکے غیر نے روایت کیا ہے) یشک اللہ تعالی اگر آسمانوں اور دنیا والوں کو عذاب دے تو وہ ظالم نہ ہوگا اور اگر ان تمام پر رحم کر تو اسکی رحمت ان کے اعمال سے ان کے لئے زیادہ فائدہ مند ہوگی امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں تحقیق یہ ہے کہ اگر فرض کیا جائے کہ اللہ تعالی یہ کام کرے پھر وہ حق کی وجہ سے کرے گا اس حال میں کہ وہ ظالم نہ ہوگا ختم شد اس کا مقصد امام ابن تیمیہ کے شاگرد رشید محقق ابن قیم اپنی کتاب البیان فی اقسام القران ص ۲۹ میں فرماتے ہیں ،

وقد قال اعلم الخلق باللہ عزوجل صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم لن یدخل احد منکم بعلمہ الجنۃ قالو اولا انت یارسول اللہ قال ولا انا الاان یتغمدنی فی اللہ برحمۃ منہ وفضل فاخبر ان دخول الجنۃ برحمۃ اللہ وفضلہ وذلک محض سنتہ علیہ صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم وعلی سائرعبادہ وکمانہ سبحانہ وتعالی المان بارسال رسلہ وبالتوفیق لطاعتہ وبالاعانۃ علیہا فھوالمان باعطاء الجزاء وذلک کلہ محض منتہ وجودہ لاحق لاحد علیہ بحث اذاوفاہ ایاہ لم یکن لہ علیہ منتۃ فان کان فی الدنیا بارعدل فھذا منہ فان قیل کیف تقولون ہذا وقداخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم بان حق العباد علی اللہ اذاوحدوہ ان لایعذبھم وقد اخبر سبحانہ وتعالی وکان حقا علینا نصر المومنین وہذامن اعظم سنتہ علی عبادہ ان جعل علی نفسہ حقا بحکم وعدہ الصادق ان لایعذبھم اذا عبدوہ ودقدوۃ فھذامن تمام منتہ فانہ لوعذب اہل سموانہ واہل ارضہ لعذبھم وہو غیر ظالم

تحقیق فرمایا ہے تمام دنیا سے اللہ کو زیادہ جاننے والے (محمد ﷺ) نے، اے صحابہؓ تم سے ایک بھی اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں ہرگز داخل نہ ہوگا انہوں نے سوال کیا یا رسول اللہ آپ بھی نہیں داخل ہوں گے فرمایا نہ میں ہاں اگر اللہ تعالی کی رحمت اور اسکا فضل شامل حال ہوگیا (تو داخل ہوجاونگا) پس رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ دخول جنت اللہ کے فضل ورحمت سے ہوگا اور اللہ کا فضل وکرم رسول اللہ اور تمام دنیا پا احسان ہے اور جیسے اللہ تعالی اپنے رسول بھیج کر دنیا کو اپنی اطاعت کی توفیق دیکر اور ان کی اس معاملہ میں مدد کرکے محسن ہے اسی طرح جزاء دینے میں بھی وہ محسن ہے اور یہ محض

اللہ تعالی کی سخاوت اور احسان ہے اس پر کسی کا حق نہیں ہے کیونکہ جب انسان نے اللہ سے وفا کی تو اللہ پر اس کا احسان نہیں بلکہ وہ انسان دنیا میں نیک اور منصف اللہ کی توفیق سے تھا (بل اللہ یمن علیکم ان ہذاکم للایمان) اگر خدا کو یکتا تسلیم کریں تو ان کا اللہ پر یہ حق ہے کہ ان کو عذاب نہ کرے اور خود اللہ تعالی نے فرمایا ہے ہم پر مومنوں کی مدد کرنا واجب ہے تو اسکا جواب یہ ہے اور یہ تو اللہ تعالی کا بندوں سے سب سے بڑا احسان ہوا کہ اس نے اپنے سچے وعدے سے، کہ اگر وہ اسکی توحید بیان کریں اور اسی کی عبادت کریں اپنے پر یہ حق ٹھہرالیا کہ ان کو عذاب نہ دے گا پس یہ تو اس کا کامل احسان ہا کیونکہ اگر وہ اپنے زمین وآسمان

لھم ولکن اقتضت منتہ ان احق علی نفسہ ثواب عابدیہ واجابۃ سائلیہ

ماللعباد علیہ حق داجب کلا دلایسعی الیہ ضایع

ان عذبوا فبعدلہ اونعموا فبفضلہ فھو الکریم الواسع

کلام ابن القیم فی کتابہ المسمی بالاقسام من اللہ فی القران باقظہ وقال العلامۃ الامام النووی فی شرح مسلم بعد ایرادحدیث لن یدخل احدا عملہ الجنۃ الحدیث مالفظہ مذہب اہل السنۃ انہ لایجب علی اللہ شی بل العالم ملکہ والدنیا والاخرۃ تحت سلطانہ یفعل فیھما مایشاء ویحکم مایرید فلوعذاب المطیعین والصالحین اجمعین وادخلھم النار کان ذلک عدلا منہ واذااکرمھم ونعمھم وادخلھم الجنۃ فھو من فضلہ فاذاانعم علی العالمین وادخلھم الجنۃ ففضل منہ سبحانہ وتعالی انتہی۔

<u>وقال الحافظ بن حجر فی فتح الباری فی کتاب الرقاق فی باب القصد بالمداومۃ علی العمل قال ابن</u>

والوںکو عذاب کرے تو وہ ظالم نہ ہوگا لیکن اس کے احسان نے تقاضا کیا کہ اس نے اپنے پر اپنے عابدین کا ثواب اور سائلین کے سوال کو قبول کرنا ضروری ٹھہرالیا، (۱) بندوں کا اللہ پر حق واجب نہیں ہے، خبردار اور نہیں کوشش کرتا اللہ کی اطاعت میں اپنے عمل کو ضائع کرنے والا (۲) اگر ان کو عذاب دیا جائے تو اسکا انصاف ہوگا یا یہ نعمت دیئے جائیں تو اس کے فضل وکرم کیوجہ سے پس وہی واسع سخی ہے، ابن قیم کا کلام ان کی کتاب البیان فی اقسام القران والا انہی کے الفاظ میں ختم ہوگیا، امام نووی شرح مسلم میں کسی کو اسکا عمل ہرگز داخل نہیں کرے گا (حدیث) نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں ان کے الفاظ یہ ہیں اہل سنت کا یہ مذہب ہے کہ اللہ پر کوئی حق نہیں ہے بلکہ سارا جہان اس کے قبضہ قدرت میں اور دنیا وآخرت اس کے تسلط وغلبہ میں ہے پس اگر وہ مطیع اور صالح لوگوں کو عذاب دے کر آگ میں داخل کردے تو یہ اسکا انصاف ہوگا اور جب ان کی عزت کرے اور نعمت ان کو دے کر جنت میں داخل کردے پس یہ اسکا فضل اور جب گنہگاروں پر انعام کرکے جنت میں داخل کردے پس یہ اسی سبحانہ تعالی کا فضل ہوگا ان کی کلام ختم ہوئی، اور حافظ ابن حجر فتح الباری کے کتاب الرقاق کے باب القصد بالمداومۃ علی العمل میں فرماتے ہیں ابن جوزی نے فرمایا ہے اللہ تعالی کے اس قول اور یہ جنت وہ ہے

الجوذی یتحصل من مجموع قولہ تعالی وتلک الجنۃ التی ادرثتموہا بما لنتم تعملون-

الاول ان التوفیق للحمل من رحمۃ اللہ ولولا رحمۃ اللہ السابقہ للعبد ما حصل الایمان ولا الطاعۃ التی تحصل بہا النجاۃ-الثانی ان منافع العبد لسیدہ فعملہ مستحق لمولاہ فاذا انعم علیہ بالجزاء فمن فضلہ-الثالث جاء فی بعض الاحادیث ان نفسد خول الجنۃ برحمۃ اللہ عزوجل و افتسشم المنازل والدرجات بالاعمال الرابع ان اعمال الطاعات کانت فی زمن یسیر والثواب لا ینفد فالاتمام الذی لا ینفد فی جزاء ما ینفد بالفضل لا بمقابلۃ الاعمال-وقال الکرمانی فی قولہ تعالی ادخلوا الجنۃ بما کنتم تعملون لیست الباء للانصاق والمصاحبۃ ای اورثتموہا ملابسۃ ارمصاحبۃ ارللمقابلۃ نحواشتریت الشاۃ بدرہم وبہذا الاخیر جزم الشیخ جمال الدین بن ہشام فی المغنی وقد سبق الیہ فقال تردالباء للمقابلۃ وہی الداخلۃ

جن کے تم وارث اپنے اعمال کیوجہ سے کیئے گئے ہو (قرآن) کے مجموعے سے چار دلائل حاصل ہوتے ہیں پہلی :۔ اگر بندے پر خدا کی رحمت پہلے نہ ہوئی ہوتی تو اسے ایمان اور اطاعت نہ حاصل ہوسکتے جن کے ذریعہ سے نجات ہوتی ہے، دوسری :۔ یبشک غلام کے منافع اپنے آقا کے لئے ہوتے ہیں تو اس کے کام کا مستحق اسکا آقا ہے پس جب آقا غلام کو اس کام پر جزاء دے تو اسکا فضل ہوگا، تیسری :۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ جنت نفس دخول یہ تو اللہ کی رحمت سے ہوگا اور درجات ومراتب کی اقسام اعمال کے لحاظ سے ہوں گی، چوتھی :۔ یبشک اطاعت کے کام بہت تھوڑے زمانہ میں ہوتے ہیں اور ثواب تو ختم ہی نہ ہوگا پس ختم ہونے والی چیز کی جزاء پر نہ ختم ہونے والی چیز کا انعام کرنا خدا کے فضل سے ہوگا اعمال کے مقابلہ کیوجہ سے نہ ہوگا، اور کرمانی فرماتے ہیں اللہ تعالی کے قول، داخل ہوجاو جنت کے اس حال میں اپنے اعمال کے سبب میں بآء الصاق اور مصاحبت کے لئے نہیں ہے تو اس وقت معنی یہ ہوگا داخل ہوجاو تم وارث بنائے گئے جنت کے اس حال میں کہ وہ جنت ساتھی بننے والی اور تمہارے ساتھ ملنے والی ہے (اور یہ معنی غیر درست ہے) اس طرح یہ بامقابلہ کے لئے بھی نہ ہوگا، مثال میں نے بکری کو دراہم کے مقابلہ میں خریدا اس آخری

علی الاعراض کاشتریتہ بالف دمنہ ادخلوا الجنۃ بما کنتم تعلمون وانما لم تقدر للسبیبۃ کما قالت المعتزلۃ وکما قال الجمیع فی لن یدخل احد الجنۃ بعملہ لان المعطی قد یعطی مجانا بخلاف المسبب فلا یوجد بدون السبلب قال وعلی ہذا ینتقی التعارض بین الحدیث والایۃ-وسبقہ الی ذلک ابن القیم فی مفتاح دار السعادۃ فقال الباء المقتضیۃ للدخول غیر الباء التی نفی معہا الدخول فالمقتضیۃ ہی باء السبیبۃ الدالۃ علی ان الاعمال سبب للدخول مقضیۃ لہ کاقتضاء سائر الاعمال لمسیاتہا والباء التی نفی بہا الدخول ہی باء المعاوضۃ والمقابلۃ التی فی نحو قولہم اشتریت ہذا بہذا فاخبر النبی صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم ان دخول الجنۃ لیس فی مقابلۃ عمل احد وانہ لولا تغمد اللہ سبحانہ وتعالی العبد برحمتہ لما ادخلہ الجنۃ فلیس عمل العبد وان تناہا موجبا بمجردہ لدخول الجنۃ ولا عوضا لہا فان اعمالہ وان وقت

معنی کے ساتھ جزم کیا ہے شیخ جمال الدین ہشام نے المغنی میں اور وہ کرمانی سے سبقت لے گئے ہیں فرماتے ہیں باء مقابلہ کے لئے بھی وارد ہوتی ہے مقابلہ والی کی تعریف یہ ہے جو عوضوں پر داخل ہو۔ مثال میں نے اس چیز کو ہزار کے بدلہ وعوض میں خریدا اور ادخلوا الجنۃ بما کمتم تعملون (البدنیہ) والی باء بھی اس قسم سے ہے اور باء یہاں سببت کا معنی ہرگز نہیں دیتی جیسے کہ معتزلہ نے کہا اور کہ تمام علماء کا کہنا ہے لن یدخل الجنۃ احد بعلمہ (الحدیث) والی باء کے متعلق کیونکہ دینے والا کبھی کبھی بغیر عوض اور بدلہ کے بھی دیتا ہے بخلاف مسبب کے وہ سبب کے بغیر نہیں پایا جاتا شیخ صاحب فرماتے ہیں اس صورت میں آیت تِلْكَ الْجَنَّةُ اور حدیث (لن یدخل) میں تعارض ہے وہ ختم ہوجاتا ہے (یعنی حدیث والی سبب کا معنی دیتی ہے اور قرآن کریم والی باء مقابلہ کا معنی دیتی ہے شیخ صاحب سے حافظ ابن قیم سبقت لے گئے اس بارے میں تو حافظ صاحب اپنی کتاب مفتاح دار السعادۃ میں فرماتے ہیں جو باء دخول جنت کا تقاضا کرتی ہے یہ اس باء کے مخالف ہے جو دخول جنت کے نفی کے مقام کے ساتھ آئی ہے دخول جنت کے مقام والی باء سببتیت کے لئے ہے، آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اعمال دخول جنت کا سبب اور اس کے منتقضی ہیں جیسے تمام اعمال اپنے مسیات کو چاہتے ہیں اور وہ باء جس سے دخول جنت کی نفی کی گئی ہے عوض اور مقابلہ والی ہے جیسے اس قول میں ہے خریدا میں نے اس کو اس کے عوض وبدلہ میں، پس رسول کریمؐ نے فرمایا کہ دخول جنت کس کے اعمال کے

منہ علی الوجہ المرضی الذی یحبہ اللہ ویرضاہ فہی لا تقادم نعمۃ اللہ التی انعم بہا علیہ فی دار الدنیا ولا تعادلہا بل لو حاسبہ اوقعت اعمالہ کلہا فی مقابلۃ الیسیر من نعمہ و تبقی بقیۃ النعم مقتضیۃ لشکرہ فلوعذبہ فی ہذہ الحالۃ لعذبہ وہو غیر ظالم لہ ولو رحمہ لکانت رحمتہ خیرا لہ من عملہ کما فی السنن من حدیث زید بن ثابت وحذیفۃ وغیرہما مرفوعا الی النبی صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم انہ قال ان اللہ لو عذب اہل سماواتہ واہل ارضہ لعذبہم وہو غیر ظالم ولو رحمہم لکانت رحمتہ خیرا لہم من اعمالہم قال وہذا فصل الخطاب بین المرجئۃ الذین انکروا ان تکون الاعمال سببا فی دخول الجنۃ من کل وجہ وبین الحدریۃ الذین یزعمون ان الجنۃ عوض عن الاعمال والحدیث یبطل دعوی الطائفتین واللہ اعلم انتہی-

مقابلہ میں نہیں ہے اوراس میں کوئی شک نہیں کہ اگر اللہ تعالی کی رحمت بندے کے شامل حال نہ ہو تو اللہ اسے جنت میں داخل نہیں کرے گا پس صرف بندے کا عمل اگرچہ وہ انتہائی کیوں نہ ہو دخول جنت کو واجب نہیں کرتا، اور نہ ہی جنت کا یہ بدلہ ہے کیونکہ بندے کے اعمال اللہ کے پسندیدہ طریقے پر واقع ہوں پھر بھی اللہ تعالی کی اس نعمت کی قیمت اور اس کے برابر نہیں ہوسکتے جو اس نے دنیا میں بندے پر کی ہے بلکہ اگر خدا اس کا حساب کرے تو انسان کے تمام اعمال اللہ کی معمولی سی نعمت کے مقابلہ میں ہوں گے اور اسکے دوسری باقی نعمتیں اللہ کے شکر کے لئے مقتضی ہیں اگر اللہ اس حالت میں بندے کو عذاب کرے تو وہ اس کے لئے ظالم نہ ہوگا اور اگر اس پر رحم کرے تو اسکی رحمت بندے کے اعمال سے بہتر ہوگی، روایت ہے زید بن ثابت اور حذیفہ اور ان کے علاوہ سے مرفوعا طرف نبی ﷺ کی یبشک آپؐ نے فرمایا یبشک اللہ تعالی اگر عذاب کرے آسمان والوں اورزمین والوں کو البتہ عذاب دئے ان کو اور وہ نہیں ظلم کرنے والے اور اگر رحمت کرے ان پر البتہ ہوگی اس کی رحمت بہتر ان کے لئے ان کے اعمال سے حافظ ابن حجر صاحب فرماتے ہیں یہ مطلب قول فیصل ہے مرجئہ کے درمیان جن کا انکار ہے کہ اعمال کسی طریق سے بھی دخول جنت کا سبب نہیں اور حدریہ فرقہ کے درمیان جنکا زعم ہے کہ جنت بدلہ ہے اعمال کا اور حدیث ان دونوں گروہوں کے دعوی کو باطل کرتی ہے اور خدا ہم سے زیادہ عالم ہے

مانقلہ الحافظ فی فتح الباری وعن ابن القیم رحمہ اللہ بلفظہ مرتضیا لہ وقال الحافظ فی فتح الباری ایضا وجوز الکرمانی ان یکون المراد ان الدخول لیس بالعمل والادخال المستفاد من الارث بالعمل وہذا ان مشی فی الجواب فی قولہ تعالی اورثتموہا بما کنتم تعلمون لایتمشی فی الجواب بین الایۃ والحدیث وعندی ان فی الحدیث جوابش اخر وہو ان یحمل الحدیث علی ان العمذ من حیث ہو عمل لایستفید فیہ العامل دخول الجنۃ مالم یکن مقبولا فاذا کان کذلک فامر القبول الی اللہ سبحانہ وتعالی وانما یحصل برحمۃ اللہ تعالی لمن یقبل منہ فعلی ہذا فمعنی قولہ تعالی ادخلوا الجنۃ بما کنتم تعلمون ای تعلمونہ من العمل المقبول ولایضر بعد ذلک ان یکون الباء للمصاحبۃ اوللمقابلۃ اوللالصاق ولایلزم من ذلک ان یکون سببیۃ ثم رایت النووی جزم بان ظاہر الایات ان دخول الجنۃ بسبب الاعمال والجمع بینہا وبین الحدیث بان التوفیق للاعمال -

حافظ صاحب نے جو کلام نقل کی ہے فتح الباری میں حافظ ابن قیم اور دیگر علماء سے وہ ختم ہوگئی یہی پسندیدہ ہے حافظ صاحب کا فتح الباری میں نیز فرماتے ہیں اور کرمانی نے جائز کہا ہے کہ مراد یہ ہے کہ ک خول جنت عمل کی وجہ سے نہیں ہے اور جنت میں داخل کرنا یہ عمل کے ساتھ وارث ہونے سے فائدہ حاصل کیا گیا ہے اور یہ جواب اگرچہ اللہ تعالی کے قول اور أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (قرآن) میں چل جاتا ہے لیکن آیت اور حدیث کے درمیان مطابق پیدا کرنے کے لئے نہیں چلیگا اور میرے نزدیک حدیث کا ایک اور جواب ہے اور وہ یہ ہے کہ عمل میں حیث العمل ہو نیکی وجہ سے عامل اس سے جنت میں داخل ہو نیکا فائدہ نہیں حاصل ہوسکتا جب تک وہ عمل قبول نہ ہو پس جب معاملہ ایسے ہوگا تو قبول والا کام اللہ کے سپرد ہے اوریبشک جنت حاصل ہوگی اللہ کی رحمت کے ساتھ اس انسان کے لئے جس کا عمل قبول ہوا پس اس صورت پر فرمان خدا ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ۔ کہ جو تم مقبول اعمال کرتے تھے اور اس کے بعد باء مصاحبت، مقابلہ یا الصاق کے لئے بنانا کوئی تکلیف نہ دیگا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ باء سببیت کے لئے ہے پھر میں امام نووی کو دیکھتا ہوں انہوں نے جزم کیا ہے کہ یبشک ظاہر آیات کا مطلب یہ ہے کہ دخول جنت اعمال کے سبب ہے اور دونوں آیت اور حدیث کے درمیان تطبیق ایسے ہے کہ یبشک اعمال

والعبادۃ وقبولہا انما ہو بفضل اللہ ورحمتہ فیصح انہ لم یدخل بجرد العمل وہو مراد الحدیث ویصح انہ دخل الجنۃ بسبب العمل وہو من رحمۃ اللہ ورد الکرمانی الاخیر بانہ خلاف صریح الحدیث وقال المازری ذہب اہل السنۃ الی ان اثابۃ اللہ فمن اطاعہ بفضل اللہ وکذلک انتقامہ ممن عصاہ بعدل منہ ولایثبت واحد منہما الا بالسمع ولہ سبحانہ وتعالی ان یعذب المطیع وینعم العاصی ولکنہ اخبلانہ لایفعل ذلک وخبرہ صدق لاخلف فیہ وہذا الحدیث یرد مقالتہم ویرد علی المعتیزلۃ حیث اوجبوا اعواض الاعمال ولہم فی ذلک ضبط کثیر وتفصیل طویل انتہی کلام الحافظ بن حجر فی الفتح بلفظہ - وقال الحافظ ایضا فی کتاب التوحید باب فی المشیۃ والارادۃ بعد ذکر الایات القرانیہ الدالۃ علی اثبات المشیۃ للہ عزوجل وان اللہ سبحانہ وتعالی یفعل مایشاء وقال وحرف المتزلۃ المسألتہ وقاسو افعل الخالق علی

اور عبادت کی توفیق اور ان کا قبول کرنا سوائے اس کے نہیں یہ اللہ کے فضل اور رحمت سے ہوگا پس صیح ہوجایگا خالی اءؤعمال سے جنت میں دخول نہیں ہے اور یہی مطلب حدیث کا ہے اور یہ بھی درست ہے کہ عمل دخول جنت کا سبب ہو اور یہ اللہ کی رحمت سے ہوگا اور کرمانی نے نووی کے آخری معنی کی تردید کی ہے وہ صریح حدیث کے خلاف ہے مازری کہتے ہیں اہل سنت اس طرف گئے ہیں کہ یبشک اللہ کا اپنے مطیع کو ثواب دینا اس کے فضل سے ہے اور اسطرح اللہ تعالی کا گہنگار سے انتقام لینا اس کا انصاف ہے اور ثواب وانتقام میں سے کوئی ایک چیز بھی شارع علیہ االسلام سے سننے کے بغیر نہیں ثابت ہوتی اور اللہ کے لئے حق ہے کہ وہ مطیع کو عذاب دیدے اور عاصی کو نعمت دے دے اور لیکن اس نے خود خبر دیدی کہ وہ ایسے نہ کریگا اور اللہ کا خبر دینا سچا اس میں خلاف ہونا نہیں ہے اور کہ حدیث اہل سنت اور معتزلہ کی تردید کرتی ہے جبکہ معتزلہ نے اعمال کا بدلہ واجب ٹھہرایا اور ان لوگوں

نے اس بحث میں ٹاواں ٹویاں ماری ہیں اوراس کی تفصیل بہت طویل ہے حافظ صاحب کا حکدم فتح الباری میں انہی کے الفاظ میں ختم ہوا حافظ ابن حجر نیز کتاب التوحید باب فی المشیئۃ والارادۃ میں خدا تعالی کے چلنے اور جو چاہے کرسکتا ہے پر آیات قرآنیہ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں اور معتزلہ نے مسئلہ کی تعریف کرکے خالق کے فعل پر قیاس کہا ہے کیونکہ اگر مخلوق اپنے مطیعوں کو عذاب دیدے تو وہ ضرور ظالم ہوگا کیونکہ

المخلوق فان المخلوق لوعاقب من یطیعہ من اتباعہ فکان ظالما لکونہم لیس ملکہ حقیقۃ والخالق سبحانہ وتعالی لوعذب من یطیعہ لم یکن ظالما لان الجمیع ملکہ یفعل مایشاء لایسئال عما یفعل وفی ذلک ولالۃ علی ان الامور کلھا موقوفۃ بمشیۃ اللہ عزوجل وارادتہ -قال الراغب ویدل علی ان الامور متعلقۃ بمشیۃ اللہ عزوجل ومرقوفۃ علیھا ما اجتمع الناس علی تعلیق الاستثناء فی جمیع الافعال وقداخرج ابو نعیم فی الحلیۃ من طریق بن اخی الزہری عنہ قال کان عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ یامر یروایۃ قصیدۃ لبید التی یقول فیھا

ان تقوی ربنا خیر نفل وباذن اللہ ریشی وعجل

احمد اللہ فلاندل بیدیہ الخیر ماشاء نعل

من ہداہ سبل الخیر اہتدی ناعم البال ومن شاء اضل

والخلاف بین اہل السنۃ والمعتزلۃ ان الارادۃ تابعہ للعلم وعندہم الارادۃ تابعۃ للامر ویدلاہل السنۃ قولہ تعالی یرید اللہ ان لایجعل لہم حظا فی الاخرۃ انتہی المقصود

وہ اس کا ملک حقیقی نہیں ہے اور خالق سبحانہ وتعالی اگر اپنے مطیع کو عذاب دے تو وہ ظالم نہ ہوگا کیونکہ تما اس کے قبضہ ملک میں ہے جو چاہے کرے اس سے کام کا سوال نہ ہوگا اور اس میں دلیل ہے اس پر کہ تمام کام اللہ کی مشیت اور ارادہ پر موقوف ہے راغب کہتے ہیں اور دلالت کرتی ہے یہ بات اس پر کہ تمام کا معلق ہیں خدا کی مشیت کے ساتھ اور موقوف ہیں اس پر جیسے کہ لوگوں کا اجتماع ہے اس پر کہ تمام افعال اشتشناء پر معلق ہیں (ان شاء اللہ پر) ابو نعیم نے الحلیہ میں ابن اخی زہری کے طریق سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ بن خطاب لبید شاعر کے اس قصیدہ کو روایت کرنیکا حکم دیا کرتے تھے جس میں لبید نے مبدرجہ ذیل اشعار کہے ہیں (۱) یشک اللہ کا ڈر بہتر عطیہ ہے اور اللہ کے حکم سے ہے میرا دیر کرنا اور جلدی کرنا : (۲) میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں پس نہیں ہم فخر کرتے اسی کے ہاتھ میں بھلائی اور جو وہ چاہے کرے (۳) جس کو بھلائی کے راستوں کی طرف راہنمائی کردے تو وہ ہدایت پالیگا اور اچھے حال ہوگا اور جس کو وہ چاہے گمراہ کردے، معتزلہ اور اہل سنت کے درمیان اختلاف یہ ہے کہ اہل سنت کے نزدیک اللہ کا ارادہ علم کے تابع ہے، لیکن معتزلہ کے ہاں تابع نہیں، اور اہل سنت کی تائید اللہ تعالی

من عباقۃ فتح الباری وفیہ کلام طویل فانظرہ ان اردتہ ویوید ذلک مااخرجہ الاماما حمدولبوداودوابن ماجۃ من حدیث ابن الدیلمی انہ قال وقع فی نفسی شی من القدر فخشیت ان یفسد علی دینی وامری فاتیت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ فقلت یا اباالمنذر وقع فی نفسی شی من القدر فخشیت ان یفسد علی دینی وامری فاخبرنی بشی من ذلک لعل اللہ ان یذہبہ عنی لو ان اللہ عذب اہل سموتہ واہل ارضہ لعذبہم وہو غیر ظالم لہم ولورحمہم لکانت رحمتہ خیر لہم من اعمالہم ولوکان ذلک مثل جبل احد ذہبا او مثل احد ذہبا تنفقہ فی سبیل اللہ ماقبلہ اللہ منک حتی تومن بالقدر فتعلم ان ما آخطالہ لم یکن لیصیبک وما اصابک لم یکن لیخطئک وانک لومت علی غیر ہذا دخلت النار ولا علیک ان تاتی اخی عبداللہ ابن مسعود فتسألہ عن ذلک فاتیت عبداللہ ابن مسعود فذکر مثل ماقال ابی بن کعب وقال فلا علیک ان تاتی حذفۃ فتسألہ

کے اس قول سے بھی ہوتی ہے اللہ تعالی ارادہ کرتا ہے اور آخرت میں ان کے لئے کوئی حصہ نہ کرے، فتح کی عبارت سے مقصود ختم، اور اس میں کلام بہت طویل ہے اگر آپ چاہیں تو فتح الباری کو دیکھ لو، امام احمد امام ابعداوداور ابن ماجہ جو ابن دیلمی کی حدیث لاتے ہیں وہ بھی اسی کی تائید کرتی ہے (حدیث یہ ہے) ابن دیلمی کہتے ہیں میرے دل میں تقدیر کے متعلق کوئی شبہ پیدا ہوا جس سے مجھے یہ خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں میرا دین اور میرا معاملہ اسلام والا خراب نہ ہوجائے پس میں ابن بن کعب کے پاس گیا میں نے کہا اے ابا منذر میرے دل میں تقدیر کے متعلق کوئی شبہ ہے میں ڈرتا ہوں کہ وہ میرے دین اور میرے طریق اسلام کو خراب نہ کردے پس اس لئے تقدیر کے متعلق کچھ خبر دو شاید کہ اللہ مجھ سے یہ شبہ دور کردے پس اس نے کہا اگر اللہ تعالی زمین وآسمان کے اہل کو عذاب دے تو اس کا حق ہے دے سکتا ہے اور وہ ظالم نہ ہوگا، اور اگر رحمت کرے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے افضل ہے اور اگر تیرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو جیسے تو اللہ کی راہ میں خرچ کردے اللہ تجھ سے قبول نہیں کرے گا جب تک تیرا تقدیر پر ایمان نہ ہوگا اور تو نہ جان لے کہ جو مصیبت تجھے

نہیں پہنچی وہ تجھے پہنچنے والی ہی نہ تھی اور جو تجھے پہنچ گئی وہ تجھ سے خطا نہیں کر سکتی تھی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر تو اس اعتقاد وایمان کے بغیر مرگیا تو آگ میں داخل

عن ذلک حذیفۃ فذلک مثل ماقالا وقال فلاعلیک ان تاتی زید بن ثابت فاتیتہ فقال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لو ان اللہ عذب اہل سمواتہ واہل ارضہ لعذبہم وہو غیر ظالم ولو رحمہم لکانت رحمتہ خیرالہم من اعمالہم ولو کان مثل جبل احد ذہبا او مثل احد ذہبا تنفقہ فی سبیل اللہ ماقبلہ اللہ منک حتی تومن بالقدر فتعلم ان ما اصابک لم یکن لیخطئک وما اخطاک لم یکن لیصیبک وانک ان مت علی غیر ہذا دخلت النار-قال العلامۃ علی القری فی شرح المشکوۃ فصار الحدیث مرفوعا من طریق زید بن ثابت وقال ایضا قولہ ای قول ابن الذیلمی وقع نفسی شی من القدر ای حزارۃ واضطراب عظیم من جہۃ ان القضاء والقدر باعتبار العقل لا بموجب المنقل

ہوگا اور آپ کے لئے کوئی عار نہیں کہ آپ میرے بھائی عبداللہ بن مسعود کے پاس جا کر اس کے متعلق دریافت کریں پس میں عبداللہ بن مسعود کے پاس آیا اس نے بھی وہی ذکر کیا جو ابی بن کعب نے کہا تھا اور اس نے کہا آپ کے لئے کوئی ڈر نہیں کہ آپ حذیفہ کے پاس جا کر اس کے متعلق سوال کریں اس نے بھی ان دونوں کی طرز ذکر کیا اور اس نے کہا آپ پر کوئی تنگی نہیں کہ آپ زید بن ثابت کے پاس جائیں میں اس کے پاس آیا پس اس نے کہا سنا میں نے رسول ﷺ سے فرماتے تھے اگر اللہ تعالی زمین وآسمان والوں کو عذاب کرے تو ان کو عذاب کرے گا اور ظالم نہ ہوگا اور اگر رحم کرے تو اس کی رحمت ان کے لئے ان کے اعمال سے بہتر ہوگی اور اگر تیرے لئے احد پہاڑ جتنا سونا ہو جسے تو اللہ کی راہ میں خرچ کردے اللہ تعالی تجھ سے قبول نہیں کرے گا جب تک کہ تقدیر پر ایمان نہ لائے گا پس جان لے تو جو مصیبت تجھے نہیں پہنچی وہ تجھے پہنچنے والی ہی نہ تھی اور جو تجھے پہنچ گئی وہ تجھ سے خطا نہیں کر سکتی تھی اور اسمیں کوئی شک نہیں اور اگر تو اس پر ایمان لانے کے علاوہ مرگیا تو آگ میں داخل ہوگا، علامہ ملا علی قاری مشکوۃ کی شرح میں فرماتے ہیں پس ہوگئی حدیث مرفوع زید بن ثابت کے طریقے سے اور قاری نے یہ بھی کہا ہے کہ ابن دیلمی کا قول، وقع فی نفسی شی من القدر کا معنی ہے میرے دل میں حرکت اور بڑا اضطراب واقع ہوگیا قضاء قدر کے متعلق عقل کے اعتبار سے یہ شبہ تھا نقل کے اعتبار سے نہ تھا اور حافظ ابن

وقال ابن حجر ای من بعض شبہ القدر التی ربما تجر الشخص الی الشرک فیہ کاعتقاد انا الانسان یخلق فعل نفسہ کما قالہ المعتزلۃ وانہ مجبر علی الفعل کما قالہ الجبریۃ فکیف یعذب وانا ارید الخلاص من ہذا البحث فحدثنی بحدیث عن النبی صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم لَعل اللہ ان یذہبہ عن قلبی ای رجاء ان یزیل ذلک عنی وقال اولا فی نفسی وثانیا عن قلبی اشعارا بان ذلک تمکن منہ واخذ بمجامعہ وذاتہ ولذا قال لما الطیبی والاظہر ان الحزارۃ عن الخطرات النفسیۃ والثبات والاطمینان من الصفات القلبیۃ-فقال لہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ متحریا غایۃ البیان الشافی ونہایۃ الارشاد الوانی لوان اللہ سبحانہ وتعالی فرضا عذب اہل سموتہ ای الملئکۃ المقربین اہل ارضہ ای الانبیاء والمرسلین لعذبہم وہو غیر ظالم لہم الحدیث قال الطیبی وفی سوال ابن الدیلمی من الصحابۃ رضی اللہ عنہم واحد ابعد واحد واتفاقہم فی

حجر فرماتے ہیں کہ تقدیر کے متعلق شبہات میں سے کوئی شبہ، وہ شبہات کہ اکثر دفعہ انسان کو اس میں شرک کی تعریف تک کھینچ لاتے ہیں جیسے یہ اعتقاد کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے جیسے کہ معتزلہ نے کہا ہے اور یہ شبہ کے یقینا انسان کام پر مجبور ہے جیسے کہ جبریہ فرقہ نے کہا، پس اس وقت اسے کیسے عذاب دیا جائیگا اور میں اس بحث سے نکلنے کا ارادہ کرتا ہوں پس اس لئے آپ مجھے کوئی حدیث نبویؐ بتائیں شاید کے اللہ تعالی اسے میرے نفس سے دور کردے، یعنی اس امید پر کہ اللہ اسے مجھ سے دور کردے ابن دیلمی نے پہلے فن نفس (میری جان میں) اور دوسری دفعہ عن قلبی (میرے دل سے) کے لفظ یہ معلوم کرانے کے لئے کہے کہ یقینا یہ شبہ اس سے پختہ ہوگیا ہے اور اس کے دل کے تمام گوشوں کو اس نے پکڑ لیا ہے اور اس کی ذات میں داخل ہوگیا ہے اور اسطرح طیبی نے معنی کئے ہیں اور اظہر بات یہ ہے کہ اس کے نفس خطرات سے حرکت واضطراب پیدا ہوا اور دل کی صفت ثبات وطمینان تھی ابی ابن کعب نے اسے انتہائی شافی بیان کو تلاش کرتے ہوئے اور انتہائی راہنمائی کر کے جواب دیا کہ اگر یقینا اللہ سبحانہ وتعالی بالفرض آسمان والوں مقرب فرشتے اور زمین والوں انبیاء ورسل کو عذاب دے تو ان کو عذاب دیگا اور وہ ظالم نہ ہوگا، الحدیث، طیبی نے کہا ہے کہ ابن دیلمی کے صحابہ میں سے ایک کے بعد دوسرے سے پوچھنے میں اور ان کے جواب میں متعلق ہونے میں بغیر کسی تغیر کے اور پھر آخری

الجواب من غیر تغییر ثم انتہاء الجواب الی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم دلیل علی الاجماع المستند الی النص فمن خالف فی ذلک فقد عاند الحق وقولہ ولو عذبہم لعذبہم وہو غیر ظالم لہم الواو فیہ للحال ای لانہ متصرف فی ملکہ وملکہ فعذابہ عدل وثوابہ فضل-وفیہ ارشاد عظیم وبیان شان لازالۃ ماطلبہ منہ لانہ یہدم قاعدۃ الحسن والقبح العقلیین لانہ مالک الجمیع فلہ ان یتصرف کیف یشاء ولاظلم وفیہ اشکال واجیب عنہ بان لو الشرطیۃ غیر لازمۃ الوقوع وفیہ دلیل الی ان الامور الکائنۃ کلہا منہ سبحانہ وتعالی خیرہا وشرہا حلوہا ومرہا لفعلہا وذرہا تلیلہا وکثیرہا

کبیرہا وصغیرہا کلہا بقضاء اللہ سجانہ وتعالی وارادتہ واسرہ وانہ لیس للعبد فیہا الاالکسب ومباشرۃ الفعل والمرادہنا کمال الایمان وسلب القبول مع فقد یوذن بان المبتدعۃ لاتقبل اعمالہم ای لایثابون علیہا مادامواعلی بدعتہم ویویدہ حدیث ابی اللہ ان یقبل عمل صاحب بدعۃ حتی یتوب وفیہ بان المبتدعۃ لیسوامن المتقین لقولہ تعالی انما یتقبل اللہ من التقین وانہ لایحبہم فان اللہ

حدیث رسول اللہ ﷺ سے ہونے میں دلیل ہے کہ اس کے حدیث ہونے پر اجماع ہے پس جو اس میں خلاف کرے گا اس نے حق سے سرکشی کی اور حدیث کے یہ الفاظ **لوعذبھم لعذبھم وہو ظالم** میں واو حالیہ ہے معنی یہ ہوگا کیونکہ وہ اپنے **ملک** اور بادشاہی میں تصرف کرنیوالا ہے پس اس لئے اسکا عذاب عدل ہوا اور ثواب دینا فضل ٹھہرا اور اس جواب میں بڑی رہنمائی ہے اور بیان شافی ہے اس کی طلب کی گئی چیز کے ازالہ کے لئے کیونکہ یہ جواب عقلی حسن وقبح کے قاعدے کو گرادیتا ہے کیونکہ اللہ تعالی ہر ایک کا مالک ہے پس اس میں اس کا حق ہے، جیسے چاہے تصرف کرے اور ظلم نہ ہوگا اور اس میں ایک اشکال ہے اور اس کا جواب دیا گیا ہے کہ لو شرطیہ چیز کے وقوع کو لازم نہیں ہے اور اسمیں دلیل ہے اس بات کی طرف کہ یقینا تمام ممکنات امور اللہ تعالی کی طرف سے ہیں خواہ بہتر ہوں یا برے ہوں شیریں ہوں کڑوے ہوں، نفع مند ہوں ان کی تکلیف کم یا زیادہ ہو اور خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے ہوں تمام اللہ سجانہ کی قضاء قدر سے ہوئے ہیں اور یقینا اللہ ہی کے لئے ارادہ اور حکم ہے بندے کا تو کمانا اور فعل کو ملنا ہے اور یہاں مراد پورا ایمان ہے اور اسکی تائید یہ حدیث کرتی ہے خدا تعالی بدعتی کے قبول عمل سے انکار کرتے ہیں حتی کہ وہ اپنی بدعت سے توبہ نہ کرلے اور اس میں اس بات کو معلوم

یحب المتقین انتہی کلام العلامۃ علی القاری فی شرح المشکوۃ بلفظہ -وقال العلامۃ ابوالحسن السندی فی حاشیتہ علی سنن ابن ماجۃ وقال الطیبی وفی الحدیث ارشاد عظیم وبیان شاف لازالۃ ماطلبہ منہ لانہ یقدم بہ قاعدۃ الحسن والقبح العقلیین وبین فیہ بانہ تعالی مالک الملک فلہ ان یتصرف فی ملکہ کیف یشاء ولا یتصور منہ ظلم لان حقیقۃ الظلم التصرف فی ملک الغیر ولاملک لغیر اللہ تعالی اصلاثم بین بقولہ ولورحمہم لکانت رحمتہ خیرالہم من اعمالہم بان النجاۃ من العذاب انما ہی برحمۃ اللہ عزوجل لاباعمال فالرحمۃ خیر منہا وقولہ ولوکان لک مثل جبل احد ذہبا اومثل احد ذہبا تنفقہ فی سبیل اللہ ماقبلہ اللہ منک حتی تومن بالقدرفیہ اشارۃ الی انہ لاقبول لعمل المبتدع عنداللہ وہو مبنی علی القول بکفر منکرہ انتہی کلام ابوالحسن السندی فی حاشیتہ علی ابن ماجۃ بلفظہ -

کرانا ہے کہ بدعتی لوگ متقیوں میں سے نہیں ہیں، (علامہ قاری ملاعلی کا کلام شرح مشکاہ میں انہی کے الفاظ میں ختم ہوئی اور علامہ ابوالحسن سندھی سنن ابن ماجہ کے حاشیہ میں فرماتے ہیں اور طیبیؒ نے کہا ہے اور حدیث میں بڑی راہنمائی اور بیان شافی ہے ابن دیلمی کے طلب کردہ سوال کے ازالہ کے لئے کیونکہ اس سے عقلی حسن وقبح والا قاعدہ منہدم ہوجاتا ہے اور اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالی تمام بادشاہی کا مالک ہے پس اس کا حق ہے کہ اپنی بادشاہی میں جیسے چاہے تصرف کرے اور یہ اس کا ظلم نہ تصور کیا جائیگا کیونکہ ظلم کی حقیقی تعریف یہ ہے کہ وہ غیر کے ملک میں تصرف کرنا اور غیر اللہ کے ملک میں قطعی طور پر کوئی چیز نہیں پھر آپؐ نے اپنے اس قول، کہ اور اگر اللہ تعالی ان پر رحمت کرے تو اسکی رحمت ان کے لئے اپنے اعمال سے زیادہ بہتر ہوگی یہ بیان فرمایا کہ یقینا عذاب سے نجات اللہ کی رحمت سے ہے نہ کہ اعمال کا نتیجہ۔ پس رحمت اعمال سے افضل ٹھہری اور آپؐ کے اس قول اور احد پہاڑ جتنا سونا ہو یا احد کی مثل ہے تو اللہ کی راہ میں خرچ کردے تب بھی اللہ تعالی اسے قبول نہ فرمائیں گے جب تک تو تقدیر پر ایمان نہ لائیگا اس کی طرف کہ بدعتی کے عمل کا قبول کرنا اللہ کے ہاں نہیں ہے اس کی بنا پر اس پر ہے تقدیر کا منکر کافر ہے ابوالحسن سندھی کا کلام ابن ماجہ کے حاشیہ والی انہی کے الفاظ میں ختم ہوا،

وفی الموطاللامام مالک رحمۃ اللہ تعالی عن یحیی بن سعید الانصاری قال صلیت وراء ابی ہریرۃ علی صبی لم یعلم خطیئۃ قال فشارحہ العلامۃ الزرقانی ای لموتہ قبل البلوغ مأخوذ من رفع القلم عن ثلاثۃ فعد منہا وعن الصبی حتی یحتلم وقال عمر رضی اللہ عنہ تکتب لہ الحسنات ولا تکتب علیہ السیات فسمعتہ یقول الہم اعذہ من عذاب القبر غیر فتنۃ بدلائل من السنۃ الثاسۃ ولو عذاب اللہ عبادہ اجمعین لم یظلمہم انتہی المقصود وقال العلامۃ حجۃ الاسلام الغزالی فی الاحیاء فی الجزء الاول وللہ سجانہ وتعالی ایلام الخلق وتعدیہم من غیر جرم سابق خلافا للمعتزلۃ لانہ متصرف فی ملکہ ولا یتصور ان یعدو تصرفہ ملکہ الی اخرما اطال بہ وفیہ ایضاوانہ سجانہ وتعالی متفضل بالخلق والاختراع والتکلیف لاعن جہۃ وجوب علیہ ومتطول بالانعام والاصلاح لاعن لزوم فلہ الفضل والاحسان والنعمۃ والامتنان اذکان قادراعلی ان یصب علی عبادہ انواع العذاب ویبتلیہم بضروب الالام والاوصاب ولوفعل ذلک لکان منہ عدلاولم یکن

موطا امام مالک میں یحیی بن سعید انصاری سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابوہریرہؓ کی اقتداء میں نماز جنازہ پڑھی ایک معصوم بچے پر موطا شریف کے شارع علامہ زرقانی فرماتے ہیں کیونکہ وہ بلوغت سے پہلے مرگیا تھا یہ ماخوذ ہے حدیث قلم تین انسانوں سے اٹھالی گئی ہے پس آپ نے ان سے شمار کیا ہے،بچہ محتلم ہونے سے پہلے، حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں اس کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور برائیاں نہیں لکھی جاتی پس میں نے حضرت ابی ہریرہ سے سنا آپ یہ دعا پڑھتے تھے یا اللہ اسے عذاب قبر سے پناہ دے ابن عبدابر فرماتے ہیں کہ عذاب قبر عذاب قبر کے فتنہ سے الگ ہے اسکے سنت سے بہت سے دلائل، ثابتہ ہیں اور اگر اللہ تعالی اپنے تمام بندوں کو عذاب دے تو ان پر ظلم نہ کرے گا مقصود ختم ہوا، حجتہ

الاسلام علامہ غزالی احیاء العلوم جزء اول میں فرماتے ہیں اوراللہ سبحانہ کا حق ہے کہ مخلوق کوعذاب اور درد پہنچائے بغیر کسی پہلے گناہ کے بدلہ میں معتزلہ کے مسلک کے بر عکس یہ معاملہ ہے کیونکہ اللہ تعالی اپنے ملک میں تصرف ہے اوراس کا ملک ختم نہیں ہوتا اگرچہ اس کا تصرف کتنا ہی لمبا کیوں نہ ہوجائے اس کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا اوراس میں سے اس کا بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ سبحانہ ہی پیدا کرنے ایجاد کرنے اور تکلیف کرنے کیوجہ سے فضیلت والا ہے یہ چیزیں اس پر واجب

منه قبيحا ولاظلما وانه يثيب عباده المومنين على الطاعة بحكم الكرم مالوعد بحكم الاستحقاق واللزوم ولايجب عليه حق لاحدوان حقه فى الطاعة واجب على الاخلق بايجابه على السن انبيائه صلوت الله عليهم وسلامه الى اخر كلام الامام الغزالى فانظره فان فيه الشفاء لمن كان على شفاوايضا ايلام الاطفال والدواب من غير جرم سابق منهم كما هو مشاهد فى الاطفال والدواب ولاينسب فى فعله سبحانه وتعالى ذلك بهم الى الظلم فالقائلون بان الله لوعذب عباده الطائعين وانعم على العامين يكون ذلك ظلما سبحانه وتعالى عما يقول الظالمون علوا كبيرا وليس لهم على ذلك دليل صريح من كتاب الله ولامن سنة رسول الله صلى الله عليه وآله واصحابه وسلم وانما نشأ ذلك من فهمهم وذلك خلاف مااخبر به سبحانه وتعالى من اثابة المطيع وتعديب العاصى وهو صحيح-

نہیں ہیں اوروہ انعام واصلاح کوزیادہ کرنیوالا ہے یہ اس پرلازم نہیں بلکہ اسی کےلئے ہے فضل کرنا، احسان کرنا نعمت دینا اور نعمت کا جتلانا، کیونکہ وہ قادر ہے اس پر کہ اپنے بندوں کو قسم قسم کے عذاب پہنچائے اوران کو ہر قسم کے داد اور دائمی بیماریوں سے آزمائے اوراگروہ یہ کردے تواسکا عدل ہوگا اوریہ فعل اس سے قفیح اور ظلم کیوجہ سے صادر نہ ہوگا اور یشک اللہ تعالی اپنے مومن بندوں کو ثواب دے گا اطاعت کرنے پر کرم کےلئے اور استحقاق والتزام کے وعدہ کےلئے اوراس پر کسی کا حق لازم نہیں ہے اوراس میں شک نہیں کہ اسکا حق مخلوق پرلازم ہے کہ اس کی اطاعت کریں جسے اللہ تعالی نے انبیاء علیہم الصلوۃ وسلام کی زبان کے ساتھ لازم کیا ہے علامہ غزالی کے کلام اینفرتک پس آپ اس کلام کو دیکھیں اس میں اس انسان کےلئے شفا ہے جوگڑھے کے کنارے پر کھڑا ہو (گمراہی کے) اوریہ بھی یادرکھو اللہ تعالی کا بچوں اورچارپاوں کو درد پہنچانا ان کے سابق جرم کی وجہ سے نہیں ہے (کیونکہ وہ تو معصوم ہیں) جیسے کہ آپ اسکا مشاہدہ بچوں اورچارپاوں میں کرتے ہیں اوراللہ تعالی یہ فعل ان کے ساتھ کرنا اسے ظلم کی طرف منسوب نہ کیا جائیگا پس جولوگ اس کے قائل نہیں کہ اگراللہ تعالی اپنے مطیع انسانوں کوعذاب دے اورنافرمانوں کوانعام دے تو یہ اسکا ظلم ہوگا اللہ بلندومنترۃ ہے اس سے جوظالم کہتے ہیں بہت برتر ہے اورانکی دلیل کتاب اللہ اور سنت رسولؐ اللہ میں نہیں ہے اوریہ توصرف ان کی اپنی سمجھ کا تیجہ ہے اوریہ خلاف ہے اسکے جواللہ تعالی نے اطلاع دی ہے کہ وہ

ولكن ليس ذلك منه على جهة الوجوب عليه سبحانه وتعالى ولانهم يقولون ان ذلك من باب الحسن والقبح العقليين وهذا قاعدة باطلة لادليل على صحتها وهذه القاعدة هى التى بنا عليها المعتزلة وبعض الخفية ذلك المذهب وقد قال العلامة المحقق العينى انها قاعدة باطاة ليست بحجة شرعية يجب قبولها كما سياتى فالحاصل ان الذى فقلناه من كلام الائمة المحققين صريح فى بطلان ماقاله المعتزلة وبعض الحنفية من جواز نسبة الظلم الى الله تعالى وهو رب الارباب ومما يويد نفى وقوع ذلك منه سبحانه وتعالى ردا النصارى قوله تعالى لقد كفر الذين قالوا ان الله هو المسيح بن مريم قال سبحانه وتعالى فى الرد عليهم قل فمن يملك من الله شيا ان اراد الله ان يهلك المسيح بن مريم وامه ومن فى الارض جميعا قال العلامة سليمان الجمل فى حاشيته على الجلالين وتعميم ارادة الاهلاك للكل مع حصول المقصود بالاتتعبار عليه تهويلا للخطب

مطیع کوثواب اور عاصی کوعذاب دیگا یہ تودرست ہے لیکن اس کا یہ خیر وسزا دینا وجوب کےلئے نہیں ہے اورچونکہ وہ کہتے ہیں کہ یہ عقلی حسن وقبح کے قبیل سے ہے اوریہ توقاعدہ ہی باطل ہے اس کی صحت پر کوئی دلیل ہی نہیں علامہ محقق عینی فرماتے ہیں یہ قاعدہ کودلیل شرعی نہیں ہے جس کا قبول کرنا واجب ہے جیسے جہ اسکی بحث عنقریب آئیگی پس حاصل کلام یہ ہے کہ ائمہ محققین کے کلام سے ہم نے جوکچھ نقل کیا ہے وہ معتزلہ کے قول کے بطلان کےلئے صریح ہے اور بعض احناف کے قول کے بطلان کےلئے بھی صریح ہے جوکہ نسبت ظلم اللہ کی طرف کرتے ہیں حالانکہ وہ رب الارباب ہے اوراس کے وقوع کی نفی کے دلائل میں سے ایک دلیل اللہ تعالی کا وہ قول ہے جس میں اللہ تعالی نصاری کی تردید فرمارہے ہیں تحقیق کفرکہا ان لوگوں نے جنھوں نے کہا کہ یشک اللہ ہی مسیح بن مریم ہے (الایتہ) ان کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالی فرماتے ہیں اے محمد ﷺ کہہ دے اگراللہ تعالی مسیح علیہ السلام اوراس کی والدہ اور تمام اہل ارض کوہلاک کرنا چاہے توکون انہیں چھڑانے کا مالک ہے اللہ تعالی کی سے (الایتہ) علامہ سلیمان الجمل حلالین کے حاشیہ پر رقم طرازہیں اورعام کرنا ارادے کوتمام کے ہلاک کےلئے باوجودیکہ مقصود وتوصرف مسیح پر ہی اقتصار کرنے سے حاصل تھا اس لئے ہے کہ مخاطب کوڈرانے کےلئے اورکمال عجیب کوظاہر کرنے کےلئے ہے اس کے بیان کے ساتھ کہ

واظهار الكمال العجب بيان ان الكل تحت قهره تعالى وتخصيص امه بالذكر مع اندراجها فى ضمن من فى الارض لزيادة تاكيد عجزا المسيح انتهى-

وقال الامام الفخرالدین الرازی نحت قوله تعالی فمن یملک من اللہ شیا ان ارادان یہلک المسیح بن مریم وامه ومن فی الارض جمیعا ہذہ جبلة شرطیة قدفیہا الجزاء علی الشرط والتقدیر ان ارادان یہلک المسیح بن مریم وامه ومن فی الارض جمیعا فمن ذالذی یقدران یدفعه عن مرادہ سبحانه وتعالی ومقدورہ وقوله فمن یملک من اللہ شیا ای فمن یملک من افعال اللہ شیا والملک ہو القدرة والمعنی من ذالذی یقدر علی دفع شئی من افعال اللہ تعالی ومنعه عن مرادہ وتعالی وقوله ومن فی الارض جمیعا یعنی ان عیسی علیه السلام مشاکل لمن فی الارض فی الصورة والجسمیة والترکیب وتغییر الصفات والاحوال فلما سلمتم کونه تعالی الواحدالقاہر للکل مدبر الکل وجب ان یکون سبحانه وتعالی ایضا خالقا لعیسی علیه السلام انتہی کلام الامام الامام الفخرالدین الرازی بلفظه ففی ہذہ الایة الکریمة۔

ہرچیزاس کے غلبہ میں ہے اوراس کی والدہ کے ذکرکی تخصیص کرنا مسیح کے عجزکی تاکید کےلئے ہے باوجودہ کہ وہ من لمن فی الارض میں داخل تھا، اورامام فخرالدین رازی اللہ تعالی کے قول، پس کون مالک ہے اللہ تعالی سےچھڑانے کا اگروہ مسیح علیہ السلام اوراس کی والدہ اور تمام زمین والوں کوہلاک کردے کے تحت فرماتے ہیں.جملہ یہ شرطیہ ہے اس میں جزاء شرطیہ پرمقدم ہے اورتقدیریہ ہے اگرارادہ کرے کہ مسیح علیہ السلام اوراس کی والدہ اورتمام اہل ارض کوہلاک کرے پس کون ہے وہ انسان جودفع کرے اللہ کے ارادہ کواوراس کی مقدورکواوراللہ تعالی کاقول فَمَن يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا یعنی کون مالک ہے اللہ کے افعال میں سے کسی کااورمالک کا معنی طاقت ہے اور معنی یہ ہے کون ہے جواللہ کے افعال میں سے کسی کوفعل کودفع کرنے اوراس کے مرادکومنع کرنے کی طاقت رکھتاہواوراللہ تعالی کاقول اورجوکچھ بھی زمین میں ہے اللہ کی مرادیہ ہے عیسی علیہ السلام اہل ارض کے ہم مثل ہیں، صورت، جسمیت، ترکیب، اورصفات واحوال کے تغیرمتبدل میں پس کیوں تم نے اس کواللہ یکتا، غالب اورہرچیز کامدبر تسلیم کیا ہے ضروری ٹھہراکہ اللہ تعالی عیسی علیہ السلام کا بھی خالق ہوختم شدامام غزالی کاکلام انہی کے الفاظ ہیں،

وماقاله العلامة سلیمان الجمل فی حاشیتة علی الجلالین والامام الفخرالدین الرازی فی بیان معناہامن ان الکل تحت قہرہ حتی من ہوافضل خلقه عیسی علیه السلام وجمیع من فی الارض فکیف لایقدر علی فعل مایریدہ فیہم اجمعین من خیراومن مسندلان الجمیع تحت قہرہ وفی قبضته وفی ملکه وملکه یتصرف فیہم کیف یشاء لایسأل عمایفعل ویفعل اللہ مایشاء فلاظلم فیما یفعله سبحانه وتعالی من تعذیب المطیع واثابة العاصی ولکنه لایفعل ذلک بہم فضلا واحسانا وجوداعلی عبادہ لانه لایقدر علی ذلک فعلم من ہذاانه سبحانه وتعالی اوجدالاشیاء مرتبة ترتیبا بدیعا محکمالایتحول عن ذلک الترتیب لعدم التحول والتبدیل فی العلم لانه لاتدوة له سبحانه وتعالی علی التحویل والتبدیل والالزم خروج بعض الممکنات عن حیز قدرته وذلک عجز تعالی اللہ عن ذلک علواکبیرا وعلی کل حال فتطویل الکلام والبحث فی ہذہ المسالة والمناقشة مع انہاقضیة فرضیة لاوقوعیة بالاتفاق ثبت علی جوازہافرضالاوقوعامن

پس اس آیت کریمہ کی تشریح میں جوکچھ علامہ سلیمان الجمل نے جلالین کے حاشیہ پراورعلامہ رازی نے فرمایا ہے کہ یقینا ہرچیزاس کے غلبہ کے تحت ہے حتی کہ اس کی مخلوق کا اشرف فردعیسی علیہ السلام بھی تابع ہے اور تمام اہل ارض مطیع ہیں پس وہ کیسے طاقت نہیں رکھتاان تمام کے بارے میں خیروشرکے ارادہ پرکیونکہ ہرچیزاکے تسلط، قبضہ اورملک میں ہے اوراپنے ملک میں جیسے چاہے کرے اسکے کام کااس سے سوال نہ کیاجائیگااوراللہ جوچاہے کرے اس کاکام ظلم نہ ہوگا، خواہ وہ مطیع کوعذاب دے اورعاصی کوثواب دیناہی کیوں نہ ہو، اورلیکن وہ ان پرفضل احسان اوران کے سخاوت کرنے کی غرض سے یہ کرے گانہیں کہ وہ اس پرقادرنہیں ہے پس اس سے معلوم ہواکہ اللہ تعالی نے اشیاء کی ترتیب کوبڑامضبوط ومستحکم ارعجیب بنایاہے وہ اشیاترتیب سے پھرے گانہیں کیونکہ اس کے علم میں پھرنااورتبدیل نہیں ہے نہ کہ اس لئے کہ وہ اس پرقادرنہیں تحول اورتبدیل پر، ورنہ بعض ممکنات کااس کے قبضہ لئے قدرت سے خروج لازل آئیگااوریہ عجزکی بات ہے اللہ تعالی عجزسے بہت بلندوبرترہے بہرحال یہ ایک فرضی قضیہ ہے اس کاوقوع نہ ہوگااس لئے اس میں بحث کلام کوطول دینااورمناقشہ کرنادرست نہیں (اس کے وقوع نہ ہونے پرعلماء کااتفاق ہے) اس فرضی طورپرجوازکتاب وسنت سے ملتاہے وقوعی طورپرنہیں ملتالیکن قرآن کی دلیل، حافظ ابن حجرفتح الباری میں

الکتاب والسنة اماالکتاب فقال الحافظ بن حجرفی فتح الباری ان اہل السنة تمسکوبقوله تعالی لایسأل عمایفعل ویفعل اللہ مایشاء وامناالسنة فحدیث ابن الدیلمی الذی تقدم ذکرہ مع ماقاله فیه شراحه وقال بمضمونه المحدثون من اہل السنة کالمزری والمہلب والحافظ ابن حجروابن عبدالبر وانتی بمضمونه بعض اجلاء علماء الصحابة ابی بن کعب وحذیفة وابن مسعودوزیدبن ثابت وعمران بن حصین رضی اللہ عنه حیث سئلواعن القدرناحابوا بمضمونه من انه سبحانه وتعالی لوعذب اہل سمواته واہل ارضه لعذبہم وہوغیرظالم لہم ولورحمہم لکانت رحمته خیرالہم من اعمالہم وثبت عن النبی صلی اللہ علیه وعلیه وسلم مسنداولقدم ان الحافظ بن حجرقال فیه ان فیه حجة علی المرجئة والمجبرة ونقله الامام ابن تیمیة فی منہاج السنة وتلمیذہ بن القیم فی

فرماتے ہیں اہل سنت نے اللہ تعالی کے قول اور فعل کے متعلق کوئی بازپرس نہ ہوگی وہ جوچاہتا ہے کرتا ہے (الایتہ) لیکن سنت کی دلیل، پس وہ حدیث ابن دیلمی کی ہے جس کا ذکر شارحین کی تشریح کے سمیت گزرچکا ہے اوراس کے مضمون کے مطابق محدثون نے فرمایا تھا جیسے کہ مازری مہلب حافظ ابن حجر ابن عبدالبر اور اسی کے مضمون کے مطابق صحابہ میں سے بعض جلیل القدر علماء نے فتوی دیا تھا، ابی بن کعب، حذیفتہ،

ابن مسعود، زید بن ثابت، عمران بن حصین (رضوان اللہ علیہم اجمعین) جب کہ ان سے سوال قدر کے متعلق کیا گیا، پس انہوں نے اسی مضمون کے ساتھ جواب دیا کہ یشک اگر اللہ تعالی زمین وآسمان والوں کوعذاب دے تووہ ان کوعذاب دے گا اس حال میں کہ وہ ظالم نہ ہوگا ان کےلئے اوراگران پر رحمت کرے تواس کی رحمت ان کے اعمال سے ان کےلئے بہتر ہوگی اور یہ حدیث رسول کریم ﷺ سے مرفوع ثابت ہوچکی ہے اور یہ بھی گزرچکا ہے کہ حافظ ابن حجر نے اس حدیث کے متعلق فرمایا تھا یشک اس میں دلیل مخالف ہے مرجئہ اور مجرہ فرقہ پر اوراس حدیث کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے منہاج السنتہ اوران کے شاگرد حافظ ابن قیم نے مفتاح دارالسہادۃ اورالتبسیان فی اقسام اللہ فی القرآن میں نقل کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے اسے حافظ ابن قیم سے پسند کرتے

مفتاح دارالسعادۃ وفی التبیان فی اقسام اللہ فی القران ونقلہ الحافظ بن حجر مرتضیا لہ عن ابن القیم کما تقدم فلو کان غیر قابل للاحتجاج لما قال فیہ ماقال وحینئذ فنسبۃ وقوع الظلم فی ذلک الی الباری سبحانہ وتعالی مما تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربہم ومما یلیق نسبۃ الی الباری تعالی فالتسلیم لذلک والتفویض فیہ الی اللہ عزوجل ہو اللائق بالسنی الذی یدعی انہ من اہل السنۃ فانہ سبحانہ مالک الامر کلہ القادر القاہر فوق عبادہ کل العالمین تحت قہرہ وتصرفہ یفعل فیہم مایشاء لارادلما قضاہو ارادہ وارتضاہ لایسأل عما یفعل ویفعل مایشاء وقال العلامۃ ابن رجب فی شرحہ علی الاربعین الحدیث للنووی عند ایرادہ حدیث یا عبادی انی حرمت الظلم علی نفسی وجعلتہ فیکم محرما الحدیث یعنی انہ سبحانہ وتعالی منع نفسہ عن الظلم لعبادہ کما قال وما انا بظلام للعبید وقال تعالی وما اللہ یرید ظلم للعاملین وقال

ہوئے نقل کیا ہے پس اگر یہ حدیث دلیل کے قابل نہ ہوتی تو یہ لوگ اس کے متعلق نہ کہتے جوانہوں نے کہا ہے اور اب ظلم کی نسبت اس کی طرف معاملہ میں اس سے اپنے پروردگار سے ڈرنے والے بندوں کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اوراس کی نسبت باری تعالی کی طرف حرام ہے پس اسے تسلیم کرلینا اوراس مسئلہ میں اللہ کی طرسونپ دینا ہی لائق ہے ایک سنی کےلئے جس کا یہ دعوی ہے کہ وہ اہل سنت سے ہے کیونکہ اللہ تعالی ہر ایک امر کا مالک اپنے بندوں پر غالب وقادر ہے سارا جہان اس کے غلبہ وتصرت کے تحت ہے ان مین وہ جوچاہے کرے اس کے فیصلے ارادے اور پسندیدہ کام کو کوئی رد کرنیوالا نہیں اس سے اس کے کام کے متعلق سوال نہ ہوگا وہ جوچاہے کرتا ہے، اور علامہ ابن رجب حدیث کی کتاب اربعین نوویؒ کی شرح میں حدیث، اے میرے بندوں یشک میں نے ظلم کواپنے نفس پر حرام کیا ہے اوراسے تم پر حرام ٹھہرا، (حدیث) وارد کرنے کے موقع پر فرماتے ہیں یعنی اللہ تعالی نےاپنے بندوں پر ظلم کرنے سے اپنے نفس کوروک لیا ہے جیسے ارشاد باری ہے اور نہیں ہوں میں بندوں پر ظلم کرنے والا اور فرمایا اللہ تعالی نے، اور اللہ تعالی جہانوں پر ظلم کرنے کا ارادہ نہیں کرتا، اور فرمایا اللہ تعالی نے، یشک اللہ تعالی رائی برابر بھی ظلم نہیں کرتا، اور فرمایا اللہ تعالی نے، اور جو بھی مومن ہوکر نیک کام کرے گا پس نہیں

تعالی ان اللہ لایظلم مثقال ذرۃ وقال تعالی ومن یعمل من الصالحات وہو مومن فلایخاف ظلما ولاہضما فاہضم ان ینقص من حسناتہ والظلم ان یعاقب بذنوب غیرہ ومثل ہذا کثیر القران وہو مما یدل علی ان اللہ قادر علی الظلم ولکن لایفعلہ جوداوکرما واحسانا الی عبادہ وقد فسر کثیر من اہل العلم الظلم بانہ وضع الاشیاء فی غیر موضعہا واما من فسرہ بالتصرف ملک الغیر بغیر اذنہ وقد نقل نحوہ عن ایاس بن معاویۃ فانہم یقولون ان الظلم مستحیل علیہ سبحانہ وتعالی غیر متصور فی حقہ لان کل مایفعلہ فہو تصرف فی ملکہ وبنحو ذلک اجاب ابوالاسود الدولی لعمران بن حصین حین سألہ عن القدر واخرج ابوداود وابن ماجۃ من حدیث ابی سنان عن وہب بن خالد الحمصی عن این الدیلمی انہ سمع ابی بن کعب رضی اللہ عنہ منکہ یقول ان اللہ لو عذب اہل سموتہ واہل ارضہ لعذبہم وہو غیر ظالم لہم ولو رحمہم لکانت رحمتہ خیرالہم

ڈرے گا وہ ظلم ونقصان سے پس ہضم کی تعریف یہ ہے اسکی نیکیاں کم کردی جائیں اور ظلم یہ ہے کہ غیر کے گناہ کے جرام میں اسے سزادی جائے اور ایسی آیات قرآن میں بہت ہیں اوروہ آیات دلائل سے ہیں جوکہ دلالت کرتے ہیں کہ یشک اللہ ظلم پر قادر ہے لیکن یہ فعل وہ کرم سخاوت اوراپنے بندوں پراحسان کرتے ہوئے نہیں کرے گا اور تحقیق اکثر اہل علم نے ظلم کی تعریف کی ہے، چیز کا اس کے محل کے بغیر کسی دوسرے محل پر کرکھنا اور لیکن وہ انسان جس نے اس کی تعریف یہ کی ہے کہ غیر کے ملک میں اس کے اذن

کے بغیر تصرف کرنا یہ تعریف الیاس بن معاویہ لوگوں سے منقول ہے پس وہ لوگ کہتے ہیں کہ یقینا ظلم اللہ پر محال ہے اسکے حق میں اس کا تصور ہی نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ جو بھی کریگا پس وہ اپنے ملک میں تصرف ہوگا اور ابوالاسوددوی نے بھی عمران بن حصین کو بھی اسی طرح کا جواب دیا تھا جب کہ اس نے اس سے تقدیر کے متعلق دریافت کیا تھا اور امام ابوداوداور ابن ماجہ حدیث لائے ہیں ابی سنان راوی ہیں وہب بن خالد حمصی سے وہ ابن دیلمی سے کہ اس نے ابی بن کعب سے سنا وہ فرماتے تھے کہ یقینا اگر اللہ تعالی اپنے زمین وآسمان والوں کوعذاب تووہ ان کوعذاب دے گا حالانکہ وہ ظالم نہ ہوگااوران پر رحمت کرے تواس کی رحمت ان کے لئے ان کے اعمال سے اجرو

من اعمالہم وانہ اتی ابن مسعود نسالہ فقال لہ مثل ذلک ثم اتی زید بن ثابت فحدثہ عن النبی صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم بمثل ذلک وفی ہذا الحدث وہب بن خالد لیس بذاک المشہور بالعلم وقد یحمل علی انہ لواراد تعذبیہم لقدر علیہم مایرید تعذبہم بہ فیکون غیر ظالم حینئذ لکوتہ خلق افعالہم وفیہا الظلم ولایقتضی وصفہ سجانہ وتعالی بالظلم کمالایوصف سائرالنتائج التی یفعلہا عبادہ وہی خلقہ وتقدیرہ فانہ لایوصف بانعال عبادہ فان افعال عبادہ من مخلوقاتہ ومفعولایتہ وہولایوصف بشی منہا وانما یوصف بماقام بہ من صفاتہ وانعالہ انتہی کلام ابن رجب رحمہ اللہ تعالی بلفظہ ولکن قولہ فی اسناد حدیث بن الدیلمی وہب بن خالد الحمصی ولیس بالمشہور بالعلم فقال الحافظ بن حجر فی التقریب وہب بن خالد الحمیری ابو خالد ثقۃ من المالعۃ وقال فی الخلاصۃ وثقۃ ابن معین وابن ابی حاتم واخرج لہ ابو

افضل ہوگااور ابن الدیلمی نے ابن مسعود سے جاکر پوچھا انہوں نے ویسے ہی کہا پھر وہ زید بن ثابت کے پاس گیا تو انہوں نے اس طرح رسول کریم ﷺ کی حدیث بیان کی اور اس حدیث میں وہب بن خالد راوی علم میں قدرے سے مشہور نہیں ہے اور اسے اس پر حمل کیا جائے گا اگر وہ ان کی تعذیب کا ارادہ کرے تو وہ اپنے ارادہ تعذیب پر قادر ہے پس وہ ظالم نہ ہوگا اس وقت واسطے اس کے بندوں کے افعال کا خالق ہونے کے لئے اور ان کے افعال میں سے ایک ظلم بھی ہے اور تمام کاموں کا خالق ہونا یہ اس کا تقاضا نہیں کرتا کہ ظلم اس کی صفت ہے، جیسے اور دوسرے کام جن کو اس کے بندے کرتے ہیں اور وہ کام اللہ کی قدرت میں ہیں اور اس کی مخلوق ہیں اس کی صفت نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالی صرف اپنے افعال سے متصف ہے اپنے بندوں کے افعال سے متصف نہیں ہے کیونکہ بندوں کے افعال تو اس کے مخلوق ومفعول ہیں اور وہ توصرف ان صفات وافعال کے ساتھ موصوف ہے جن کے ساتھ وہ قائم ہے ابن رجب کا کلام انہی کے الفاظ میں ختم ہوا اور لیکن ابن رجب کا ابن الدیلمی والی حدیث، حدیث کے راوی وہب بن خالد حمصی کے متعلق کہنا کہ وہ علم کے ساتھ مشہور نہیں (اس نظر میں ہے) حافظ بن حجر تقریب میں فرماتے ہیں، وہب بن خالد حمیری ابوخالد ثقہ ہے ساتوں طبقہ کا انسان ہے اور (خلاصہ) میں فرماتے ہیں، اسے ابن حبان اور ابن ابی حاتم نے

داوودوالترمذی وابن ماجہ وثقہ ابوداوودوسعید بن سنان الکوفی البرجمی بضم الجیم بینہاراء ساکنۃ ابو سنان الکوفی الاصغر نزیل قذوین وثقۃ ابن معین وابن ابی حاتم کذافی الخلاصۃ وقداجاب ابوالاسود الدیلمی حین سأل عمران بن حصین عن القدر کمافی صحیح مسلم- فقال اعمران بن حصین ارایت مایکدح الناس الیوم ویعملون ابشی قضی علیہم ومضی فیہم من قدر سبق اوفیما یستقبلون مما اتاہم بہ نبیہم وثبتت علیہم الحجۃ فقال بل شی قضی علیہم وفیہم فقال لہ عمران بن حصین افلایکون ظلما فقال ابوالاسود ففزعت من ذلک نزعا شدیدا فقلت کل شی خلق اللہ وملک یدہ لایسأل عمایفعل وہم یسألون قال ابوالاسود فقال لی عمران بن حصین یرحمک اللہ لم اردبما سألتک الاحرز عقلک ثم ذکر عمران بن حصین الحدیث فاقرار عمران بن حصین اباالاسود علی

ثقہ بتایا ہے اور اس حدیث کو امام ابوداود، ترمذی اور ابن ماجہ لائے ہیں اور ابوداود نے اسے ثقہ بتایا ہے اور سعید بن سنان کوفی برجمی (جو اس روائیت ہے) جیم کے ضمہ کے ساتھ اور ضمہ باء کے ساتھ باء اور جیم کے مابین راء ساکنہ ہے یہ ابوسنان کوفی اصغر قزددین میں کوچ کر آیا تھا اسے ابن معین اور ابن ابی حاتم نے ثقہ بتایا ہے خلاصہ میں بھی اسطرح ہے اور ابوالاسوددوی نے عمران بن حصین کو جواب دیا تھا جب کہ اس سے دریافت کیا تھا جیسے کہ صیح مسلم شریف میں ہے عمران بن حصین نے کہا کہ آج کل لوگ کاموں میں کوشش کرتے ہیں اور دوسرے کام کرتے ہیں ان کے متعلق خبر دو اور حکم جاری ہوچکا ہے یا یہ وہ کام ہیں جو یہ کریں گے جو ان کے نبی علیہ الصلوۃ والسلام ان کے پاس لائے اور ان پر دلیل ثابت ہوگئی پس ابوالاسودوی نے جواب دیا بلکہ یہ ان کاموں سے ہیں جن کا فیصلہ ہوچکا ہے اور جن کے متعلق گزرچکا ہے، عمران بن حصین نے کہا کیا یہ ظلم نہ ہوجائیگا ابوالا سوددوی کہتا ہے کہ میں اس بات سے سخت گھبرا گیا پس اسلئیے میں نے کہا ہر چیز اس کو مخلوق اور اس کا ملک ہے اس کے سوال سے نہ کیا جائیگا ان لوگوں کے کاموں سے سوال ہوگا ابوالاسود کہتا ہے مجھے عمران نے کہا میں نے توصرف اپنے سوال سے تیری عقل کو آزمانے کا ارادہ کیا تھا پھر عمران بن حصین کا اقرار کرنا جب کہ اس نے وہ سنی جو اس کی سمجھ میں آگئی کہ ہر چیز اللہ کی مخلوق اور اس کا

ما فہم بقولہ کل شی خلق اللہ وملک یدہ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَہُمْ یُسْئَلُونَ فہذا الحدیث ایضا ما یقوی حدیث ابن الدیلمی علی فرض ضعفہ والا فقد تبین لک مما ذکرنا من حال رجال اسنادہ انہ حدیث قابل للاحتجاج بہ کما قالہ الحافظ بن حجر کما تقدم وفی الحدیث رد علی المرجئۃ والقدریۃ وذکرہ ابن القیم کما تقدم فی مفتاح دار اسعادۃ وفی التبیان فی اقسام اللہ عزوجل فی القران وعلی فرض ضعفہ فالحدیث الوارد فی القدر یزیدہ قوۃ لقومہ صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم وان تومن بالقدر خیرہ وشرہ المروی فی مسلم وغیرہ المروی فی مسلم وغیرہ والایات القرانیۃ کقولہ تعالی لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ و یَفْعَلُ اللہ مَا یَشَاء کما اجاب ابو الاسود الدئلی لعمران بن حصین وقولہ تعالی ان اللہ علی کل شی قدیر فکل ما ذکر مما یقوی حدیث بن الدئلی وقد تقدم انہ صرح بمضمونہ المزری والمہلب وابن عبدالبر والحافظ بن حجر دعاء عمران بن حصین

ملک ہے نہیں سوال ہوگا اس کے کام سے لیکن لوگوں سے ان کے اعمال کا سوال کیا جا ئیگا ، پس یہ حدیث بھی ان دلائل سے ہیں جو ابن الدیلمی کی حدیث کو تقویت دیتے ہوئے اس کے رجال کے ضعف کو تسلیم کرتے ہوئے ورنہ جو ہم نے اس حدیث کے رجال کے متعلق بیان کیا ہے اس سے آپ کے لئے ظاہر ہوچکا ہے کہ یہ حدیث قابل حجت ہے جیسے کہ ابن حجر نے کہا ہے جیسے مذکور ہوچکا ہے کہ اس حدیث میں رد ہے المرجئہ اور قدریہ کا اور اسے ابن قیم نے بھی ذکر کہا ہے جیسے کہ مفتاح دار السعادۃ اور التبیان فی اقسام اللہ میں گزرچکا ہے اور اس حدیث کے ضعف کو تسلیم کرنے پر بھی پس وہ حدیث جو تقدیر کے متعلق مراد ہے اسے قوت زیادہ کرتی ہے فرمان رسول ﷺ اور یہ کہ اچھی بری تقدیر پر ایمان لائے ، مسلم شریف میں آتی ہے اور دوسری احادیث اور آیات قرآنیہ بھی شاہد ہیں جیسے کہ اللہ تعالی کا قول ، اس کے کام سے سوال نہیں کیا جا ئیگا وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے جیسے کہ ابوالاسوودوی نے عمران بن حصین کو جواب دیا اور اللہ تعالی کا فرمان بیشک اللہ ہر ایک چیز پر قادر ہے پس مذکورہ دلائل میں سے ہر ایک ابن الدیلمی والی حدیث کو تقویت پہنچاتا ہے اور یہ گزرچکا ہے کہ اسی حدیث کے مضمون کے ساتھ تصریح فرمائی ہے مازری مہلب ابن عبدالبر اور

لابی الاسود بقولہ رحمک اللہ حیث عرف صحۃ جوابہ فلو کان جواب ابی الاسود علی عمران بن حصین لما دعالہ والحصل ان حدیث ابن الدیلمی المروی فی سنن ابی داود ومسند الامام احمد وسنن ابن ماجہ حدیث قابل للاحتجاج بہ فان اقل درجاتہ حدیث حسن لغیرہ وہو مما یحتج بہ کما ہو مقرر فی علم مصطلح الحدیث وقد نظم معناہ الامام احمد بن رسلان شارح ابی داود فی سبع مجلدات وتلمیذہ الحافظ بن حجر رحمہ اللہ تعالی بقولہ۔

قال شارح ہذہ المنظومۃ وہو العلامۃ المحقق عبدالروف المناری ای ولہ سبحانہ وتعالی عقاب من اطاعہ من عبادہ امومنین بفعل الماموارت ورفض المنہیات کما لہ ان یثیب من عصاہ وان یولی علیہ ای یوتیہ

حافظ ابن حجرؒ نے اور عمران بن حصین کا ابوالاسوودوی کے لئے دعا کرنا جب کہ اس نے اس سے صحیح جواب پایا پس اگر ابوالاسود کا جواب عمران بن حصین کے خلاف ہوتا تو وہ اس کے لئے دعا نہ کرتے اور حاصل کلام یہ ہے کہ ابن الدیلمی کی حدیث جو سنن ابی داود ، مسند امام احمد اور سنن ابن ماجہ میں آتی ہے وہ قابل حجت حدیث ہے پس کم از کم اس کا درجہ حسن لغیرہ کا ہے اور وہ قابل حجت ہے جیسے کہ یہ قاعدہ علم اصطلاح حدیث میں ثابت ہے ابی داود کے شارح احمد بن رسلان اور ان کے شاگرد حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث کے معنی کو تقریبا سات کتابوں میں ان اشعار کے ساتھ نظم بنایا ہے

لہ عقاب من اطاعہ یثیب من عصاہ ویولی نعما

کذالہ ان یولم الاطفالا ووصفہ بالظالم استحالا

ا : ۔ اسے اپنے مطیع کو سزا دینے کا حق حاصل ہے جیسے کہ وہ اپنے عاصی کو ثواب اور نعمتوں کا والی بنا سکتا ہے

۲ : ۔ اسی طرح اس کا حق ہے کہ بچوں کو درد پہنچائے اور اسے ظالم کے ساتھ موصوف کرنا محال ہے ،

اس نظم کے شارح فرماتے ہیں اور وہ شارح علامہ محقق عبدالروف مناوی ہیں فرماتے ہیں یعنی اللہ سبحانہ تعالے کے لئے ہے کہ اپنے بندوں میں سے مومن اور مطیع کو عذاب دے مامور کاموں کے کرنے سے اور منہی اشیاء سے رکنے سے اس نے اطاعت کی ہو جیسے کہ اسے حق ہے کہ اپنے عاصی

نعما کثیرۃ عظیمۃ لانہ ملکہ یتصرف فیہ کیف یشاء لکن لا یقع منہ ذلک لاخبارہ سبحانہ وتعالی باثابۃ المطیع وتعذیب العاصی وقول المعتزلۃ الغرمز من التکلیف التعرض للثواب من اللہ عزوجل بدلیل قولہ تعالی ومن یطع اللہ ورسولہ یدخلہ تجری من تحتہا الانہار والاضرار بدون استحقاق ولامنفعۃ ظلم ردبانہ لایعقل استحقاق النعیم من الدائم بجرد کلمۃ ولاالعذاب الشدید بجرد شرب حدعۃ من خمر فالثواب انما ہو فضل اللہ عزوجل وقد وعد المطیع بالثواب فہو یفی بہ غیر وجوب علیہ لان الخلف فی الوعید لایعد نقصا بل کرما یتمدح بہ کما دل علیہ تولہ وکذالہ ان یولم الاطفال ای والدواب من غیر جرم سابق ولا ثواب لاحق ومعنی کونہ انہ جائز عقلا خلانا للمعتزلۃ حیث لم یجوزوہ الا بعوض جرم

کو ثواب دے اور اسے نعمتوں کا والی بنائے یعنی اسے بے بہا نعمتیں دے کیونکہ وہ اس کا ملک ہے وہ اس میں کیسے چاہے تصرف کرے لیکن یہ کام اللہ سے واقع نہ ہوگا کیونکہ اس نے مطیع کو ثواب دینے اور عاصی کو عقاب دینے کی خبر دی ہے اور معتزلہ کا یہ قول کہ بندوں کو تکلیف دینی کاموں کی اس سے غرض اللہ تعالی کی طرف ثواب کے لئے پش کرنا ہے اللہ تعالی کے اس قول کیوجہ دلیل اور جو بھی اللہ ورسول ﷺ کی اطاعت کرے گا خدا تعالی اسے ان باغات میں داخل کریں گے جن کے تحت نہریں جاری ہیں اور تکلیف دینی بغیر مستحق اور نفع کے تو ظلم ہے، مردود ہے کیونکہ خالی ایک کلمہ شہادت کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ نعیم میں رہنا غیر معقول ہے اور اسطرح مجرد ایک گھونٹ شراب کا پینے کی وجہ سے عذاب شدید معقول ہے پس ثواب دینا محض اللہ کا فضل وکرم ہے اور تحقیق اس نے مطیع کو وعدہ دیا ہے پس وہ اپنے وعدہ کو پورا کریگا اس پر واجب نہیں ہے اور ڈاٹٹ میں وعدہ خلافی کرنا یہ تو کوئی نقص نہیں ہے بل اس کے ساتھ وہ ممدوح ہے جیسے کہ اس پر شاعر کا یہ قول : اور اس طرح سے اپنے بچوں کو درد پہنچانے کا حق حاصل ہے اور چارپاوں کو سوائے کی سابق جرم اور نہ ثواب لاحق کے بغیر اور اس کے ہونیکا معنی یہ ہے کہ عقلا یہ جائز ہے معتزلہ کے خلاف ہے جبکہ انہوں نے اسے جرم کے عوض کے بغیر جائز نہیں رکھا۔

ومن ثم اریبواان یقتص من بعض الحیوان لبعض وحسبک فی الرد علیہم مایشاہد من انواع البلایا بالاطفال والحیوان من الالام والذبح والعقر وغیرہا ولیتقدم منہا جرم وقولہم انہ یحشرہا ویجازیہا امافی الموقف اوفی الجنۃ بان یدخلہافی صورۃ حسنۃ یلتذاہلہا برویتہا اوجنۃ تخصہا علی اختلاف بینہم فی ذلک ردبان ذلک لایوجبہ العقل وان جوزوہ ولم یردبہ السمع حتی یصلح مستندا للقطع بوقوعہ فلایجوزالجزم بہ وما ورد من الاقتصاص من القرناء للجماء لایمنعہ العقل لکن لایوجبہ لانہ خبراحاد وہو غیر مفید للقطع لان القطع ہو المعتبر فی العقائد- ولما کان ربما یتوہم من تعذیب المطیع وایلام من لاذنب لہ انہ ظلم صریح باستحالتہ علیہ سبحانہ وتعالی فقال ووصفہ بالظالم استحالا سمعا وعقلا اما السمع فمما لایحصی نحو قولہ تعالی ان اللہ

اور اسی وجہ سے انہوں نے بعض حیوان کا بدلہ بعض سے لے کر دینا واجب کیا ہے اور ان کی تردید کے لئے تیرے لئے یہی چیز کافی ہے کہ جنکا مشاہدہ کیا جاتا ہے بچوں اور حیوانات کو قسما قسم کی مصیبتوں سے درد ذبح کرنا اور کونچیں کاٹنا اور دوسری مصائب، اور حالانکہ ان سے کوئی پہلے جرم صادر نہیں ہوا اور معتزلہ کا یہ قول کہ اللہ تعالی ان کو اٹھائے گا اور ان کے کام کا بدلہ دے گا یا تو خدا کے سامنے کھڑے ہونے کیوقت یا جنت میں ان کو اچھی صورت میں جنت میں داخل کرنے کے ساتھ جن کو دیکھ کر ان کے ملک خوشی اور لذت محسوس کریں گے یا ان کے لئے کوئی خاص جنت ہوگی یہ مسئلہ انہی کے آپس کے اختلاف کے لحاظ پر ہے اور اس کی تردید اس طرح کی گئی ہے کہ اس نے عقل جائز نہیں رکھتی۔ اگرچہ انہوں نے اسے جائز رکھا ہے اور پھر اس کو سنا بھی نہیں گیا تاکہ اس کے یقینی وقوع کے لئے دلیل ثابت ہو پس اس لئے اس کے ساتھ پختگی کرنی جائز نہیں اور جو احادیث بعض حیوانوں کے بدلہ سینگ کے بارے میں وارد ہوئی ہیں انہیں عقل منع نہیں کرتی لیکن اسے واجب بھی نہیں ٹھہراتی کیونکہ وہ خبر احاد ہیں اور خبر احاد یقین کے لئے مفید نہیں ہے کیونکہ عقائد میں یقین ہی معتبرہ ہے، اور جب کہ بعض اوقات اللہ تعالی کے مطیع کو عقاب اور بے گناہ کو تکلیف دینے سے ظلم معلوم ہوتا ہے اس لئے اس نے ظلم کا اللہ کے ساتھ بحال ہونا کہہ دیا پس اس نے کہا کہ اللہ کی صفت ظالم محال ہے، کتاب سنت سے سننے اور عقل

لایظلم مثقال ذرۃ ان اللہ لایظلم الناس شیئا وماربک بظلام للعبید یا عبادی انی حرمت الظلم علی واما عقلا فلان الظلم ارتکاب منہی- ولا یتصور

اللہ عزوجل لانہ تعالی مالک الامور کلہا یفعل مایشاء فلاظلم فی التعذیب ولاایلام فرضا ولانہ وضع الشی فی غیر محلہ وذلک مستحیل علی المحیط بکل شیء علما ومنہ عرف انہ سبحانہ وتعالی اوجد الاشیا مرتبۃ ترتیبا بدیعا لایتحول عن ذلک الترتیب لعدم التحویل والتبدیل العلم والتقدیر لانہ لاقدرۃ لہ علی التحویل والتبدیل والا لزم خروج بعض الممکنات عن حین قدرتہ وذلک عجز تعالی اللہ عن ذلک فثبت استحالۃ وصفہ سبحانہ وتعالی بالظلم وان انعالہ واقعۃ علی وفق الحکمۃ انتہی کلام العلامۃ عبدالروف المنادی فی شرحہ علی منظومۃ بن رسلان فی العقائد والفقہ- وقال ابن ابی شریف الحنفی فیشرحہ المسمی بالمسایرۃ علی المسامرۃ لابن الہمام فی علم العقائد واعکم

کے لحاظ سے سننا تو بیشمار ہے جیسے کہ اللہ تعالی کا یہ قول بیشک اللہ تعالی ایک رائی کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا بیشک اللہ تعالی لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا اور تیرا پروردگار اپنے بندوں

کے لئے ظالم نہیں ہے، اے میرے بندوں میں نے ظلم کو اپنے نفس پر حرام کرلیا ہے (حدیث) اور لیکن عقلی لحاظ سے کیونکہ ظلم منہی کام کا ارتکاب ہے اور

اللہ عزوجل سے اسکا تصور بھی نہیں ہوسکتا کیوں کہ اللہ تعالی تمام امور کا مالک ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے پس عذاب اور دردفرضی طور پر تسلیم کرلینے میں کوئی ظلم نہیں اور اس لئے کہ ظلم چیز کو اپنے محل کے غیر میں رکھنے کو کہتے ہیں اور یہ کام اس ذات کے لئے محال ہے جس نے ہر چیز کو علم کے لحاظ سے گھرا ہوا ہے اور اس سے معلوم ہوگیا کہ یبشک اللہ تعالی نے اشیاء کو بڑی عمدہ ترکیب میں مرتب فرمایا ہے وہ اس ترتیب کو تبدیل نہ کرے گا اور نہ ہی پھرے گا کیوں کہ اس کے علم وقدرت میں تبدیل و تحویل غیر موجود ہے ورنہ بعض ممکنات کا اس کی قدرت کے احاطہ سے خروج لازم آئیگا اور یہ عاجزی ہے اللہ اس سے بلند وبرتر ہے پس ثابت ہوگیا کہ اللہ کی صفت ظلم لانا محال ہے اور اس کے افعال حکمت کے موافق واقع ہوتے ہیں علامہ عبدالروف مناوی کا کلام ابن رسلان کے فقہ وعقائد والی نظلم کی شرح والی ختم ہوئی، اور ابن ابی شریف حنفی اپنی مسایرہ نامی کتاب جو کہ علامہ ابن الھمام کی کتاب مسامرہ عقائد کے علم میں شرح ہے اس میں فرماتے ہیں اور جانور کے جب احفاف نے محال سمجھا کہ اللہ تعالی تکلیف

ان الحنفیۃ لما استحالو علی اللہ عزوجل تکلیف مالایطاق فہم ای الحنفیۃ لتعذیب المطیع الذی استغرق عمرہ فی الطاعۃ حال کونہ مخالفا لہوی نفسہ فی رضا مولاہ وسببہ امنع ای فالحنفیۃ لتعذیب المطیع المومن الذکور ای انہ اولی بالمنع من تکلیف مالایطاق فہم ای الحنفیۃ مخالفون للاشاعرۃ فی ذلک القائلین بان لہ سبحانہ وتعالی علی ما مر تقریرۃ قال اللہ تعالی لایسال عما یفعل ثم منع الحنفیۃ ذلک بمعنی انہ لایجب علیہ ترکہ کما تقول المعتزلۃ بل بمعنی انہ سبحانہ وتعالی یتعالی عن ذلک لانہ غیر لائق بہ فہو من باب التنزیہات اذالتسویۃ المسی والمحسن امرحسب الذین اجترحوالسیات ان تجعلھم کالذین امنواو عملواالصلحت سواء محیاہم ومماتہم فجعلہ تعالی ای جعل حکمیہم بانہم کالذین امنواو عملواالصلحت فی استواء حیاتہم فی البہجۃ والکرامہ حکما سیأایقبیحا وہذاالذی ذکرہ المصنف فی التجویزای تجویزالوقوع

مالایطاق دے پس اس لئے وہ احناف اشاعرہ کے مخالف ہیں جو کہ اس کے قائل ہیں کہ اللہ تعالی مطیع کو عقاب اور عاصی کو ثواب دے سکتا ہے اور یہ اس کا ظلم نہ ہوگا کیوں کہ اللہ تعالی سے ظلم کا صدور محال ہے جیسے کہ ان کی تقریر ہوچکی ہے مثلا اللہ تعالی کا قول نہیں سوال کیا جائیگا اس کے کام سے پھر احناف نے اس معنی کو منع کیا ہے کہ اللہ پر اس کا ترک واجب ہے جیسے کہ معتزلہ نے کہا ہے، بلکہ یہ کام اسے لائق نہیں پس یہ تنزدیھات کے قبیل سے ہے کیونکہ برے اور خود اللہ تعالی نے بھی اس کی تصریح فرمائی ہے کہ یہ قبیح ہے جہاں کے اللہ نے فرمایا ہے کیا خیال کرتے ہیں وہ لوگ جنھوں نے برے اعمال کئے کہ ہم ان کو ایمان والوں اور نیک کام کرنے والوں کی طرح کردیں کہ ان کا مرنا اور جینا برابر ہوجائے جو یہ فیصلہ کرتے ہیں وہ بہت برا ہے پس اللہ تعالی نے ان کے حکم کہ مومنوں اور نیک اعمال والوں کے ساتھ بھجت اور بزرگی میں برابر ہوجائیں، کو برا حکم ٹھہرایا ہے یعنی قبیح حکم اور یہ جو مصنف مسامرہ (ابن ھمام) نے اللہ کا محسن کو عذاب دینے کو جواز کا ذکر کیا ہے یا تو غفلی طور پر ہے، اور نہ جائز کرنا ذکر فرمایا ہے اور یا پھر وقوع اس کا یعنی اس کا وقوع اللہ تعالی سے پس اس کا نہ ہونا یقینی ہے اتفاقا، فرق صرف اتنا ہے کہ اشاعرہ کے ہاں تو اس کا وقوع اللہ تعالی کے وعدہ کے خلاف ہے کیوں کہ اللہ تعالی اپنی

ای وقوع ذلک منہ فمقطوع بعدمہ منہ سبحانہ وتعالی وفاقا غیرانہ عندالاشاعرۃ للوعد بخلافہ فانہ سبحانہ وتعالی وعدفی الکتب المعتزلۃ وعلی السن رسلہ باثابۃ المطیع ای ووعدہ حق لاخلف فیہ وعند الحنفیۃ لذلک الوعد والقبح خلافہ ای خلاف الموعود من الاثابۃ وقد تقدم ان محل الاتفاق فی الحسن والقبح العقلیین ای ادراک العقل قبح الفعل ای صفۃ النقص وحسنہ بمعنی صفۃ بمعنی صفۃ الکمال وکثیرا مایذہل اکابرالاشاعرۃ عن ذلک النزاع فی مسالتی التحسین والتقبیح لکثرۃ مافی النفسہم انہ لاحکم للعقل بقبح ولاحسن فذہب لذلک عن خاطرہم محل الاتفاق وہوالحسن بمعنی صفۃ الکمال والقبح بمعنی النقص انتہی کلام ابن ابی شریف فی المسایرہ مع شرحہ المسمی بالمسایرۃ-

لکن قول الحنفیۃ لانہ خلاف الموعود یعنی لانہ وعد سبحانہ وتعالی اہل طاعتہ بالثواب واہل المعاصی بالعقاب فوعدہ تعالی صدق لاخلف فیہ فہذاالقول من الحنفیۃ صحیح من ان وعدہ

منزل کتابوں اور رسولوں کی زبانوں سے وعدہ فرمایا کہ وہ مطیع کو ثواب دے گا اور اللہ کا وعدہ حق ہے اس میں خلاف نہیں ہے اور حناف کے ہاں وعدہ خلافی کے لئے وقوع معدوم ہے اور اللہ کے برابری کو قبح سمجھنے کے لئے کیونکہ وعدہ تو ثواب کا دیا گیا ہے اور تحقیق گزرچکا ہے کہ عقلی حسن وقبح کا محل اتفاق، یعنی عقل کا فعل کے نقص کو پالینا یعنی اس کے نقص کو پالینا مراد ہے اور اس فعل کے حسن کو پالینا اس مراد اس کی صفت کمال کو پالینا ہے اور اکثر دفعہ بڑے بڑے اشاعرہ تحسین و تقبیح کے جھگڑے میں غفلت سے کام لیا ہے کیونکہ ان کے نفوس میں عام طور پر یہ چیز ہے کہ عقل کو اشیاء کے حسن وقبیح میں کوئی حکم نہیں پس اس وجہ سے ان کے دلوں سے محل اتفاق نکل گیا اور وہ ہے جن صفت کمال کے معنی میں ہے اور قبح نقص کے معنی علامہ ابن ابی شریف کا کلام علامہ ابن ھمام کی کتاب مسامرہ کی شرح مساہرہ میں ختم ہوگیا، لیکن حنفیہ کا یہ کہنا کہ ظلم کا وقوع معدوم ہے کیونکہ یہ موعود

کے خلاف ہے یعنی اللہ تعالی نے مطیع کے ثواب اور عاصی کے عقاب کا وعدہ فرمایا ہے پس اللہ کا وعدہ سچا ہے اس میں خلاف نہیں ہے پس یہ احناف کا قول بالکل صیح کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے

تعالی صدق لاخلف فیه لکن لیس تمام ذلک بواجب علیه تعالی بل بمحض الفضل والکرم لا بمعنی الوجوب کما تقوله المعتزلة لانه لایجب علیه لاحد شی فلوعذب جمیع عباده الطائعین وانعم علی العاصین فعدل منه ولایوصف بالظلم بذلک لان الجمیع ملک یده وتحت قهره بفعل فیهم مایشاء لایسال عما یفعل ولکنه قداخبرانه لایفعل ذلک فضلا منه واحسانا الی عباده المومنین لاان ذلک واجب علیه سبحانه وتعالی کما تقوله المعتزلة اذلایجب لاحدعلیه شی فالنجاة من العذاب والفوز بالجنة انما هورحمة الله عزوجل لابالاعمال واما قوله فذهب عن خاطرالاشاعرة محل الاتفاق وهوالحسن والقبح بمعنی صفة الکمال وصفة النقص فالجواب ان الاشاعرة لایمیلون الی هذه القاعدة وکذاالمحققون من الحنفیة وانما یمیل الیها من الحنفیة من وافق رایه رای المعتزلة قال العلامة العینی فی شرحه علی البخاری فی باب قول الله عزوجل ان رحمة الله قریب من المحسنین حیث ذکر

اس میں خلاف نہیں، بلکہ محض اس کے فضل وکرم کے ساتھ ہے نہ کہ وجواب کے معنی کےلئے جیسے کہ معتزلہ کا کہنا ہے کیونکہ اس پر کسی کےلئے کوئی شئ واجب نہیں ہے پس اگروہ اپنے تمام مطیع وفرمان بردار بندوں کوعذاب کرے اورعاصیوں پر انعام کرے پس یہ اس کا عدل ہوگا اوروہ ظلم کے ساتھ موصوف نہ ہوگا اس وجہ سے کیونکہ ہر ایک چیزاس کے دست قدرت کا ملک اوراس کے تسلط میں ہے ان میں جوچاہے کرے لیکن اس نے خود ضروری ہے کہ وہ ایسے کرے گا نہیں اپنے مومن بندوں پر فضل اوراحسان کرتے ہوئے نہ یہ کہ اس پرواجب ہے جیسے کہ معتزلہ کا کہنا ہے کیونکہ اس پر کسی کےلئے کوئی شئ واجب نہیں ہے پس عذاب سے نجاۃ اورجنت سے کامیابی پانا صرف اللہ کے فضل کیوجہ سے ہے نہ کہ اعمال کیوجہ اورلیکن ابن ابی شریف کا کہنا، کہ اشاعرہ کے دل سے محل اتفاق چلاگیا ہے یعنی حسن وقبح صفت کمال اور نقص کے ساتھ پس اس کا جواب یہ ہے کہ اشاعرہ اس قاعدے کی طرف مائل ہی نہیں ہوتے، اوراسطرح احناف سے محقق علماء بھی نہیں مائل ہوتے، اورحنفیہ سے توصرف وہی لوگ اس قاعدے کی طرف مائل ہوتے ہیں جو معتزلہ کہ موافق ہوتے ہیں علامہ عینی اپنی بخاری شریف کی شرح میں فرماتے ہیں اللہ کے قول اِنَّ رَحۡمَتَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ والے باب میں جہاں کے امام بخاری نے یہ حدیث ذکر کی ہے

البخاری حدیث واماالنارفان الله ینشئ لها من یشاء الی یخلق لها ویوجرلها

وقال القابسی المعروف فی هذا الحدیث ان الله ینشئ للجنة واما النار فیضع فیها قدمه قال ولااعلم فی شئ من الاحادیث ینشئ للنارخلقا کما فی مسلم وقیل هذا وهم من الرادی اذتعذیب غیرالواصی مخالب لکرم الله عزوجل بخلاف الانعام علی المطیع قال الکرمانی ولا محذورفی تعذیب الله عزوجل من لا ذنب له اذالقاعدة القابلة بالحسن والقبح المقلیین باطلة فلوعذب الله المطیع لکان عدلاوالانشاء للجنة لاینامی الایشاء للناروالله یفعل مایشاء فلاحاجةالی الحمل علی الوهم انتهی کلام العینی بلفظه-

وقال العلامة المحقق علی القاری فی شرح المشکوة کما تقدم فی الحدیث ارشاد عظیم لاذالة ماطلب منه لانه یهدم قاعدة الحسن والقبح العقلیتین انتهی- ویمثل ذلک ذکرابوالحسن السندی فی حاشیته علی سنن ابن ماجةکما تقدم فی شرحه حدیث ابن الدیلمی السابق صریح ایضاء الله اعلم وحدیث

اورلیکن آگ پس اللہ تعالی اس کےلئے جن کوچاہتا ہے پیدا کردیتا ہے یعنی اس کےلئے ان کو موجود کردیتا ہے (حدیث) فرماتے ہیں، کہ کہا قابسی نے کہ مشہورتواس حدیث میں یہی ہے کہ یبشک اللہ تعالی پیدا کرے گا جنت کےلئے اورلیکن آگ اس میں اللہ تعالی اپنا قدم مبارک رکھیں گے وہ فرماتے ہیں میں نہیں جانتا کہ آگ کےلئے مخلوق کوپیدا کیاگیا ہوجیسے کہ مسلم شریف میں ہے اورکہا گیا ہے کہ یہ راوی کا وہم ہے کیونکہ مطیع کوعذاب دینا اللہ عزوجل کے کرم کے منافی ہے بخلاف انعام کرنے کے مطیع پر کرمانی کہتا ہے اللہ تعالی کے بیگناہ کوعذاب دینے میں کوئی ڈرنہیں کیونکہ حسن وقبح عقلی کوقبول کرینوالاباطل ہے پس اگراللہ تعالی مطیع کوعذاب دے توانصاف ہوگا اورجنت کےلئے پیدا کرنا آگ کےلئے پیدا کرنے کے مخالف نہیں ہے اوراللہ جوچاہتا ہے کرتا ہے پس اسے راوی کے وہم پر حمل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں علامہ کا کلام انہی کے الفاظ میں ختم ہوااورعلامہ محقق ملاعلی قاری مشکوۃ کی شرح میں فرماتے ہیں، جیسے گزرچکا ہے کہ حدیث میں اس کے مطلوب کےلئے بڑی راہنمائی ہے کیونکہ یہ عقلی حسن وقبح کے قاعدہ کومنہدم کردیتا ہے (ختم ہوا کلام) اوراس طرح علامہ ابوالحسن سندھی نے ابن ماجہ کے حاشیہ پر فرمایا ہے جیسے ددیلمی کی حدیث گزشتہ کی تشریح بھی صریح گزرچکا ہے اوراللہ زیادہ

ابن الدیلمی السابق مریح فی انه لایجب لاحد من العباد علی الله شئ وکذلک الحدیث الواردفی القدروفیه وان تومن بالقدرخیره وشره من الله ایضا فقدانتی بمضمون حدیث ابن الدیلمی ابی بن

کعب حذیفۃ و

عبداللہ بن مسعود و عمران بن حصین وصرح برفعہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ولم نقف ان احدا من الصحابۃ خالفہم فی ذلک وقد قال الحافظ بن حجر فی فتح الباری کتاب الاعتصام فیتبع فی النوازل الکتاب ثم السنۃ فاذا لم یوجد فما قالہ الصحابۃ رضی اللہ عنہم اذ ہم بکتاب اللہ اعلم ونزل بلسانہم وقد وجد بحمداللہ فی ہذہ المسالۃ ما قالہ بعض الصحابۃ فلو کان لہم فی ذلک مخالف لنقل والاصل عدمہ فما افتی بہ المذکورون من الصحابۃ واعتقدوہ وارتضوہ لانفسہم ہو اللائق بالاعتقاد وعدم الالتفات الی ماسواہ والایات القرانیۃ والاحادیث النبویۃ

عالم ہے اور ابن الدیلمی کی سابقہ حدیث اس معاملہ میں صریح ہے کہ بیشک بندوں میں سے کسی ایک کے لئے اللہ پر حق واجب نہیں ہے اور اس طرح تقدیر والی حدیث ہے اور اس حدیث میں بھی ہے کہ تو بری اور بھلی تقدیر پر ایمان لائے اور ابن الدیلمی کی حدیث کے مضمون کے ساتھ ابی بن کعب۔ حذیفہ عبداللہ بن مسعود اور عمران بن حصین نے بھی فتوی دیا ہے اور حضرت زید بن ثابتؓ نے اس کے مرفوع ہونے کے ساتھ تصریح فرمائی ہے اور پتہ نہیں چلا کہ ان کی صحابہؓ سے کسی نے مخالفت کی ہو اور تحقیق الحافظ بن حجر بھی فتح الباری کتاب الاعتصام میں فرماتے ہیں کہ پس اتباع کرے انسان کتاب اللہ کی پھر سنت رسول اللہ ﷺ کی پس جب یہ دونوں معدوم ہوں پس صحابہ کے اقوال (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کیوں کے وہ کتاب اللہ کو زیادہ جانتے ہیں اور انہی کی زبان میں اترا ہے، اور الحمداللہ اس مسئلہ میں صحابہ کے اقوال پائے گئے ہیں، پس اگر ان کا کوئی اس معاملہ میں مخالف ہوتا تو ضرور منقول ہوتا، اور اصل معدوم ہی ہے پس جو مذکور صحابہؓ نے فتوی دیا ہے اور جس کے معتقد ہیں اور اپنے لئے جس کو پسند کیا ہے وہ اعتقاد کے لائق ہے اور اس کے علاوہ کسی چیز کی طرف التفات نہ کرنا اور قرآنی آیات اور احادیث نبویؐ صریح ہیں کہ اللہ عزوجل کی مشیت اپنے تمام ارادوں میں ہے

المصرحۃ بان المشیۃ للہ عزوجل فی جمع مایرید توید حدیث ابن الدیلمی وتقویۃ علی فرض عدم صلاحیۃ للاحتجاج والافقد تقدم انہ قابل للاحتجاج بہ واللہ عزوجل اعلم۔

واما قول بعضہم ان اہل السنۃ فرقتان فغیر خائف ان اہل السنۃ ہم المتمسکون بما صح فی کتاب اللہ عزوجل وسنۃ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم وما جاء عن الصحابۃ رضی اللہ عنہم ولا التفات الی ما خالف ذلک- وان حل قدرہ فانہ لیس لہم فی ذلک الامفاہیم فہو لیست بحجۃ فی مقابلۃ النص الصریح فی القران والحدیث بان المشیۃ للہ عزوجل فی جمع مایریدہ فالواجب علی من یزعم انہ من اہل السنۃ العمل بما صح فی کتاب اللہ وسنۃ رسول صلی اللہ علیہ وسلم والقیام بما یجب للہ عزوجل وانہ یفعل مایشاء لانہ مالک الامر علی الاطلاق بیدہ الملک لامانع لما اعطی ولا معطی لما منع ولا

ابن الدیلمی کی حدیث کی تائید کرتی ہے اور اس کو تقویت پہنچاتی ہیں اگر بالفرض اس حدیث کو قابل احتجاج تسلیم کریں ورنہ گزر چکا ہے کہ یہ قابل احتجاج ہے اور اللہ عزوجل زیادہ عالم ہے، اور لیکن بعض کا قول کے اہل سنت کے دو فرقے ہیں پس یہ چیز ڈرانے والی نہیں ہے بیشک اہل سنت ہی صیح کتاب اللہ اور حدیث رسول ﷺ اور اقوال صحابہؓ کو مضبوط پکڑتے ہیں اور جو اس کے مخالف ہیں اس کی طرف التفات نہیں ہے اگرچہ اس کی قدرت کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو کیونکہ ان کے لئے چند مفاہیم کے علاوہ کچھ نہیں ہے انہوں نے انہیں سمجھا ہے وہ نص صریح کے مقابلہ میں دلیل نہیں ہے جو قرآن وحدیث میں ہے کہ بیشک اللہ کی مشیت اس کے ہر ارادہ والے کا میں ہے پس ہر وہ انسان جو گمان کرتا ہے کہ وہ اہل سنت سے ہے اس پر واجب ہے عمل کرنا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے صیح ہو اور عمل کرنا اس پر جسے اللہ تعالی واجب کرے اور بیشک اللہ تعالی جو چاہے کرتا ہے کیونکہ وہ مطلق طور پر تمام امور کا مالک ہے اس کی عطا کو کوئی روکنے والا نہیں اور اس کی منع کردہ کو کوئی دے نہیں سکتا اور کسی کے بندہ لئے اس پر کوئی شیٔ واجب نہیں ہے بلکہ وہی کام کرنیوالا، مختار کل، اور جو ارادہ کرے اس پر کام کرنیوالا اور جو اس کے خلاف کہتا ہے اس کی طرف کوئی التقاف نہیں ہے اور نہ ہی

شئی یجب علیہ لاحد من عبادہ بل ہو الفاعل المختار الفعال لما یرید وعدم الالتفات الی من یقول بخلاف ذلک ولاالی من یقول بقاعدۃ الحسن والقبح العقلیین فانہا کما تقدم قاعدۃ باطلۃ لادلیل علیہا من الکتاب والسنۃ وقد غرق فی بحرہا من قال بہا وارتضاہا فانہا لیست من دلائل الشرع بل الدلیل ماوردبہ السمع من الکتاب والسنۃ فایاک ایہا الاخ الصادق والخوض فی ہذہ لامسائۃ علیک بحف لسانک وقلبک فیہا فانہا لیست من المسائل الضروریۃ التی علیہا المعول وعلیک بالتمسک لظاہر الکتاب والسنۃ من الدلالۃ علی ان المشیۃ للہ عزوجل فی جمیع مایرید لَایُسْأَلُ عَمَّا یَفْعَلُ مایشاء دعوا کل قول بعد قول الہنا- فما امن فی دینہ بخاطر واسال اللہ ان یوفقنا لما یحبہ ویرضاہ وان یسلک با لجمیع طریق النجاۃ والحمدللہ رب العالمین وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ علی خیر خلقہ سیدنا محمد خاتم الانبیاء والمرسلین وعلی الہ صحبہ اجمعین- والتابعین لہم باحسان الی یوم الدین امین-

اس کی طرف التفات ہے جو عقلی حسن وقبح کو تسلیم کرتا ہے کیونکہ یہ قاعدہ جیسے مذکورہ باطل ہے کتاب وسنت سے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے اور جس نے اس قاعدہ کا اعتقاد رکھا وہ

اس کے سمندر میں غرق ہوگیا اور جس نے اسے پسند فرمایا کیونکہ یہ دلائل شرعیہ سے نہیں ہے بلکہ دلیل وہی ہے جو کتاب وسنت سے سنی گئی ہو پس اے سچے بھائی اس سے بچتے رہنا اور اس میں داخل ہونے سے بچنا اور زبان وقلم کو اس میں کلام کرنے اور لکھنے سے پکڑے رکھنا کیونکہ یہ کوئی مسائل ضروریہ سے نہیں ہے جن پر اعتبار ہوسکے اور ظاہر کتاب وسنت جس پر دلالت کرتے ہیں اسے لازم پکڑو، کہ بیشک اللہ کی مشیت اس کے ہر اس کام میں ہے جس کا ارادہ کرے اس کے کام سے سوال نہ ہوگا اور جو چاہے کرے

شعر: ا۔ ہمارے معبود کے قول کے سوا ہر قول کو چھوڑ دو پس اللہ کے دین میں خطرے کی جگہ میں رہ کر کوئی ایمان نہیں لایا اور میں اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ ہمیں اپنی محبوب وپسندیدہ توفیق دے اور تمام کو طریق النجاۃ پر چلائے اور سب تعریفیں پروردگار جہان کے لئے ہیں اور ہمیں کافی ہے اور بڑا اچھا کارساز ہے اللہ بڑے اور بلند کے بغیر طاقت نہیں ہے اور اللہ تعالی مخلوق سے بہتر خاتم الانبیاء والمرسل محمد ﷺ ان کے تما صحابہؓ وال اور احسان کے ساتھ قیامت تک ان کے تابعداروں پر رحمت کرے اللہ قبول کر

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

[فتاوی علمائے حدیث]

جلد 10 ص 146-193

محدث فتویٰ